مجلس انصار اللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

نبوت۔فتح 1386 جلد 4 ، نمبر 6 نومبر۔دسمبر 2007



قارئین کرام کی خدمت میں

عید مبارک

اور

نیا سال مبارک



NATIONAL MAJLIS-E-AMALA ANSARULLAH UK 2007 WITH HUZOOR-E-AQDAS

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد۴ نمبر۶
نومبر۔دسمبر ۲۰۰۷ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر (اردو)
شیخ لطیف احمد

نائبین
عبدالمجید عامر
حسن خان

مدیر (انگریزی): **احد بھنو**

مینیجر: **محمد اسحٰق ناصر**

Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF

اداریہ:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات اور مختلف مواقع پر دی گئی دیگر ہدایات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ جماعت کی تربیت پر آپ کی گہری نظر ہے اور حضور انور کی اوّلین ترجیحات میں یہ بات شامل ہے کہ جماعت تربیت کے بلند مقام پر فائز ہو۔اسی لئے سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصاراللہ انگلستان کے سالانہ اجتماع 2004ء کے موقعہ پر خطبہ جمعہ اور اختتامی اجلاس میں انصار کو توجہ دلائی کہ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا اور دوسروں کو دینا، اُن کی ذمہ داریوں میں ایک اہم ترین ذمہ داری ہے۔انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہئے کہ وہ خود اوران کی اولادیں قرآن کریم کے نور سے منور ہوں۔نہ صرف خود قرآن کریم پڑھیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکے قرآن مجید کا ترجمہ بھی سیکھیں اور سکھائیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (بخاری) کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو خود قرآن پڑھے اور پڑھائے۔قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اس ارشاد پر عمل کیا تو ان کی کایا پلٹ گئی اور ہر میدان میں کامران و کامیاب ہو گئے۔خدا تعالیٰ نے انہیں دین بھی عطا فرمایا اور دنیا کی وجاہتیں بھی بخش دیں۔اس دور میں پھر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن کی تعلیم کو اس کی اصلی صورت میں پیش کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔آپؑ نے اپنی ساری زندگی قرآن کریم کے علوم و انوار کو اپنی بے شمار تصانیف میں پیش فرمایا اور جماعت کو ہدایت کی: ''تمہارے لئے ضروری ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ اس میں تمہاری زندگی ہے۔جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے''۔(کشتی نوح)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انصاراللہ کے قیام کے مقاصد میں ایک اہم مقصد قرآن کریم کی تعلیم قرار فرمایا تھا اور کئی بار انصار کے اجتماعات میں انصار کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی اس امر کی طرف بہت توجہ دلائی تھی اور فرمایا: ''قرآن کریم سے اتنا پیار کرو کہ تمہیں دنیا میں کسی اَور چیز سے اتنا پیار نہ ہو۔لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جماعت اس طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہو رہی ...... ہر احمدی کا گھر ایسا ہونا چاہئے کہ اس میں رہنے والا ہر فرد جو اس عمر کا ہے کہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہو وہ صبح کے وقت اس کی تلاوت کر رہا ہو''۔(الفضل 19 فروری 1966)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اس امر کی طرف بہت توجہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔فرمایا: تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور کرنا سکھانا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے اور تربیت کی کنجی ہے جس کے بغیر ہماری تربیت نہیں ہو سکتی اور یہ پہلو ہے جس کی طرف اکثر مربیان، اکثر صدران، اکثر امراء بالکل غافل ہیں''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جولائی 1997)

پس یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس امر کو سنجیدگی کے ساتھ اپنے ذمہ لیں اور قرآن کریم کی تعلیم کی طرف توجہ دیں اور نہ صرف روزانہ تلاوت قرآن کریم کو اپنی زندگی کا لازمی جزو بنائیں بلکہ ترجمہ سیکھنے اور اس کے معانی کو سمجھنے کی طرف بھی توجہ کریں۔خدا تعالیٰ ہمیں ان ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے اور خدا کرے، ہم انصاراللہ ہونے کا حق ادا کرنے والے ہوں۔

درس القرآن

وَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیین رَسُوْلًا مِنْھُم یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیم.

(سورۃالجمعۃ:4-3)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک شخص کے ظہور کی خبر دی گئی ہے جو کہ امّت محمدیہ میں مبعوث ہوگا اور وہ ایمان کو اگر وہ ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو واپس لائے گا سو اس میں جس موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ وہی مسیح اور مہدی ہے جس نے اشاعت اسلام کی خاطر اذن الٰہی سے آج جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی ہے۔ مذکورہ آیت کی تفسیر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

''......زمانے تین ہیں ایک اوّل جو صحابہؓ کا زمانہ ہے اور ایک اوسط جو مسیح موعود اور صحابہ کے درمیان ہے اور آخری زمانہ جو مسیح موعود کا زمانہ اور مصداق آیت آخرین منھم کا ہے۔ وہ وہی زمانہ ہے جس میں ہم ہیں...... چنانچہ اس زمانہ کے لوگوں کی نسبت آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں خَیْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلُھَا وَ آخِرُھَا ۔اَوَّلُھَا فِیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلَّمَ وَ آخِرُھَا فِیْھِمْ عِیْسٰی اِبْنِ مَرْیَمَ وَ بَیْنَ ذٰلِکَ فَیْج اَعْوَج لَیْسُ مِنِّی وَ لَسْتَ مِنْھُمْ یعنی امتیں دو ہی بہتر ہیں ایک اولیٰ اور ایک آخر۔ درمیانی گروہ ایک لشکر کج ہے جو دیکھنے میں ایک فوج اور روحانیت کی رو سے مُردہ ہے۔ نہ وہ مجھ سے اور نہ مَیں اُن میں سے ہوں۔......اور اس جگہ ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ جلشانہٗ نے ظاہر الفاظ آیت میں وَ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ کا لفظ استعمال کرکے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ جو کمالات میں صحابہ کے رنگ میں ظاہر ہوں وہ آخری زمانہ میں آئیں گے۔ ایسا ہی اس آیت وَ آخَرِیْنَ مِنْھُم لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے تمام حروف کے اعداد سے جو ۱۲۷۵ ہیں، اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جو آخَرِیْنَ مِنْھُم کے مصداق جو فارسی الاصل ہے، اپنے نشاء ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کرکے صحابہ سے مناسبت کرے گا۔ سو یہی سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت وَ آخَرِیْنَ مِنْھُم لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے حروف کی اعداد سے ظاہر ہوتا ہے، اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے، جو آج کے دن تک ۳۴ برس ہوتے ہیں۔'' (آئینہ کمالات اسلام۔ صفحہ ۲۰۹ تا ۲۲۰)

جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام، بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے مفاسد کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ آپ اپنے دعویٰ کے مطابق مسیحیوں کے لئے مسیح اور مسلمانوں کے لئے مہدی اور ہندوؤں کے لئے کرشن یا ہندکلنک اوتار ہیں۔ غرض آپؑ کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے سب قوموں کی امیدوں اور آرزوؤں کو جمع کر دیا۔ آپؑ وہ نکتۂ مرکزی تھے جس پر دائرہ کے سب خطوط آکر جمع ہوئے۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بھائی خواہ ظالم ہو یا مظلوم اس کی مدد کرو

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا نَنْصُرُہٗ مَظْلُوْمًا فَکَیْفَ نَنْصُرُہٗ ظَالِمًا قَالَ تَاْخُذُ فَوْقَ یَدَیْہِ۔ (بخاری)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اپنے مسلمان بھائی کی بہرحال مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مظلوم بھائی کی مدد کا مطلب تو ہم سمجھ گئے۔ مگر ظالم بھائی کی مدد کس طرح کی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ظالم بھائی کی مدد اس کے ظلم کے ہاتھ کو روک کر کرو۔

تشریح: یہ لطیف حدیث فلسفۂ اخوت اور فلسفۂ اخلاق کا ایک نہایت گراں قدر مجموعہ ہے۔ فلسفۂ اخوت کا پہلو تو یہ ہے کہ ایک مسلمان بھائی کی مدد ہر حال میں ہونی چاہیئے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو اخوت وہ چیز نہیں جسے کسی حالت میں بھی فراموش یا نظر انداز کیا جائے جو شخص ہمارا بھائی ہے۔ وہ ہر صورت میں ہماری مدد کا مستحق ہے اور اس کا ظالم یا مظلوم ہونا اس کے اس حق پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ اس کے مقابل پر اس حدیث کے فلسفۂ اخلاق کا پہلو یہ ہے کہ ہمارا واسطہ غیر کے ساتھ ہو یا کہ بھائی کے ساتھ۔ ہمارا ہر حال میں فرض ہے کہ دنیا سے ظلم اور بدی کو مٹائیں اور نیکی اور انصاف کو قائم کریں۔ کسی کے غیر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس پر ظلم کریں اور کسی کے بھائی ہونے کے یہ معنی نہیں کہ ہم ایک ظلم میں بھی اس کے معین و مددگار رہوں۔

اب غور کرو کہ بظاہر یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے کس قدر مخالف اور کتنی متضاد نظر آتی ہیں۔ اگر ظالم بھائی کی مدد نہ کی جائے تو اخوت کی تاریں ٹوٹتی ہیں۔ اور اگر ظالم بھائی کی مدد کی جائے تو انصاف ہاتھ سے دینا پڑتا ہے۔ لیکن ہمارے آقا (فداہ نفسی) نے ان متوازی نہروں کو جو بظاہر ہمیشہ ایک دوسرے سے جدا رہتی ہوئی نظر آتی ہیں حکمت و دانشمندی کی ایک درمیانی نہر کے ذریعہ سے اس طرح ملا دیا ہے کہ وہ گویا ایک جان ہو کر بہنے لگ گئی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اخوت ایک ایسا مقدس رشتہ ہے جو کسی حالت میں ٹوٹنا نہیں چاہیئے۔ میرا بھائی اچھا ہے یا برا نیک ہے یا بد۔ ظالم ہے یا مظلوم۔ بہرحال وہ میرا بھائی ہے۔ اور اس کی اخوت کی تاریں کسی حالت میں کاٹی نہیں جا سکتیں۔ لیکن خدائے اسلام ظلم کی بھی اجازت نہیں دیتا اور دشمن تک سے انصاف کا حکم فرماتا ہے۔ اس لئے ان دو باتوں کو اس طرح ملاؤ کہ بھائی کی تو بہرحال مدد کرو لیکن اس کے ظالم ہونے کی حالت میں اپنی مدد کی صورت کو بدل دو۔ اگر وہ مظلوم ہے تو اس کے ساتھ ہو کر ظالم کا مقابلہ کرو۔ اور اگر وہ ظالم ہے تو اس کے ساتھ لپٹ کر اس کے ظلم کے ہاتھ کو مضبوطی کے ساتھ روکو۔ اور اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس سے عرض کرو کہ بھائی ہر حال میں میں تمہارے ساتھ ہوں مگر اسلام ظلم کی اجازت نہیں دیتا اس لئے میں تمہارے ہاتھ کو ظلم کی طرف بڑھنے نہیں دوں گا۔ یہ وہ مقدس اصول ہے جو اس لطیف حدیث میں آنحضرت ﷺ نے قائم فرمایا ہے۔

یہ خیال کرنا جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے محض زور دینے کی خاطر خاص قسم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ورنہ مقصد یہی ہے کہ اگر تمہارا بھائی مظلوم ہے تو اس کی مدد کرو۔ اور اگر وہ ظالم ہے تو اس کے خلاف کھڑے ہو جاؤ۔ بالکل غلط اور حدیث کے حکیمانہ الفاظ کے ساتھ گویا کھیلنے کے مترادف ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ کا یہی منشا ہوتا تو آپ بڑی آسانی کے ساتھ فرما سکتے تھے کہ تم بہرحال ظلم کا مقابلہ کرو۔ خواہ وہ تمہارے دشمن کی طرف سے ہو یا تمہارے بھائی کی طرف سے۔ لیکن آپؐ نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ آپؐ نے اس فرمان میں بظاہر دو متضاد باتوں کو ملا کر ایک نہایت لطیف اور اچھوتا نظریہ قائم فرمایا ہے۔ جو یہ ہے کہ:

(۱) بھائی بہرحال مدد کا مستحق ہے۔

(۲) ظلم کا بہرحال مقابلہ ہونا چاہیئے۔

(۳) اگر بھائی مظلوم ہو تو اس کی مدد کرو۔ اور اگر بھائی ظالم ہو تو مدد کی نوعیت کو بدل کر اس کے ظلم کے ہاتھ کو روکو۔ تاکہ اخوت بھی قائم رہے اور ظلم کا انسداد بھی ہو جائے۔

یہ وہ مرکب نظریہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پیشتر عرب کے صحرا سے اٹھ کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ لیکن آج تک یورپ اور امریکہ کی کوئی ترقی یافتہ قوم بھی اس نظریہ کی بلندی کو نہیں پہنچ سکی۔ انہوں نے اگر کسی قوم کے ساتھ اخوت کا عہد باندھا تو اس اخوت کے اکرام میں بے پناہ ظلم کا دروازہ کھول دیا اور اگر بزعمِ خود کسی ظلم کے انسداد کے لئے اٹھے تو اخوت کے عہد کی دھجیاں اڑا دیں۔

کلام الامام

وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور قصّوں کو چھوڑ دیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں۔ وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ جس کی روح میں سچائی کی طلب ہے وہ اٹھے اور تلاش کرے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر روحوں میں سچّی تلاش پیدا ہو اور دلوں میں سچّی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں۔ مگر یہ راہ کس طریق سے کھلے گی اور حجاب کس دعا سے اٹھیگا میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور وہ دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے اور یقیناً یہ سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح سے یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا مُنہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۸۔۱۲۹)

قرآنِ شریف میں جس قدر باریک صداقتیں علم دین کی اور علوم دقیقہ الٰہیات کے اور براہینِ قاطعہ اصولِ حقّہ کے معہ دیگر اسرار اور معارف کے مندرج ہیں اگر وہ تمام فی حدّ ذاتہا ایسے ہیں کہ قویٰ بشریہ ان کو بہ ہیئت مجموعی دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور کسی عاقل کی عقل ان کے دریافت کرنے کے لئے بطور خود سبقت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ پہلے زمانوں پر نظر استقراری ڈالنے سے ثابت ہو گیا ہے کہ کوئی حکیم یا فیلسوف ان علوم و معارف کا دریافت کرنے والا نہیں گزرا۔ لیکن اس جگہ عجیب بر عجیب اور بات ہے۔ یعنی یہ کہ وہ علوم اور معارف ایک ایسے اُمّی کو عطا کئے گئے کہ جو لکھنے پڑھنے سے نا آشنا محض تھا۔ جس نے عمر بھر کسی مکتب کی شکل نہیں دیکھی تھی اور نہ کسی کتاب کا کوئی حرف پڑھا تھا اور نہ کسی اہل علم یا حکیم کی صحبت میسّر آئی تھی۔ بلکہ تمام عمر جنگلیوں یا وحشیوں میں سکونت رہی انہیں میں پرورش پائی اور انہیں میں سے پیدا ہوئے اور انہیں کے ساتھ اختلاط رہا۔ اور آنحضرت ﷺ کا اُمّی اور ان پڑھ ہونا ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ کوئی تاریخ دان اسلام کا اس سے بے خبر نہیں۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۳۹۔۵۴۱)

فرمودات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

قرآن کریم پڑھنے کی تلقین:

''ایک احمدی کو خاص طور پر یاد رکھنا چاہیے کہ اس نے قرآن کریم پڑھنا ہے، سمجھنا ہے، غور کرنا ہے اور جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحتوں سے یا پھرانہی اصولوں پر چلتے ہوئے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے خلفاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان کو ان کے مطابق سمجھنا چاہیے اور پھر اس پر عمل کرنا ہے۔ تب ہی ان لوگوں میں شمار ہوسکیں گے جن کے لئے یہ کتاب ہدایت کا باعث ہے۔ ورنہ تو احمدی کا دعویٰ بھی غیروں کے دعویٰ کی طرح ہوگا کہ ہم قرآن کو عزت دیتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے کہ یہ صرف دعویٰ تو نہیں؟ اور دیکھے کہ حقیقت میں وہ قرآن کو عزت دیتا ہے؟ کیونکہ اب آسمان پر وہی عزت پائے گا جو قرآن کو عزت دے گا اور قرآن کو عزت دینا یہی ہے کہ اس کے سب حکموں پر عمل کیا جائے۔ قرآن کی عزت یہ نہیں ہے کہ کہ جس طرح بعض لوگ شیلفوں میں اپنے گھروں میں خوبصورت کپڑوں میں لپیٹ کر قرآن کریم رکھ لیتے ہیں اور صبح اٹھ کر ماتھے سے لگا کر پیار کرلیا اور کافی ہوگیا اور جو برکتیں حاصل ہونی تھیں ہوگئیں۔ یہ تو خدا کی کتاب سے مذاق کرنے والی بات ہے۔ دنیا کے کاموں کے لئے تو وقت ہوتا ہے لیکن سمجھنا تو ایک طرف رہا۔ اتنا وقت بھی نہیں ہوتا کہ ایک دو رکوع تلاوت ہی کرسکیں۔

پس ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔ پھر ترجمہ پڑھیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر پڑھیں۔ یہ تفسیر تفسیر کی صورت میں تو نہیں لیکن بہر حال ایک کام ہوا ہوا ہے کہ مختلف کتب اور خطابات سے، ملفوظات سے حوالے اکٹھے کرکے ایک جگہ کردیئے گئے ہیں اور یہ بہت بڑا علم کا خزانہ ہے۔ اگر ہم قرآنِ کریم کو اس طرح نہیں پڑھتے تو فکر کرنی چاہیے اور ہر ایک کو اپنے بارے میں سوچنا چاہیے کہ کیا وہ احمدی کہلانے کے بعد ان باتوں پر عمل نہ کرکے احمدیت سے دور تو نہیں جارہا......... پس بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھنے کی عادت ڈالیں اور خود بھی پڑھیں۔ ہر گھر سے تلاوت کی آواز آنی چاہیے۔ پھر ترجمہ پڑھنے کی بھی کوشش کریں۔ اور سب ذیلی تنظیموں کو اس سلسلہ میں کوشش کرنی چاہیے، خاص طور پر انصار اللہ کو کیونکہ میرے خیال میں خلافتِ ثالثہ کے دور میں ان کے ذمہ یہ کام لگایا گیا تھا۔ اسی لئے ان کے ہاں ایک قیادت بھی اس کام کے لئے جو تعلیم القرآن کہلاتی ہے۔ اگر انصار پوری توجہ دیں تو ہر گھر میں باقاعدہ قرآن کریم پڑھنے اور اس کو سمجھنے کی کلاسیں لگ سکتی ہیں۔......... حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ'' کامیاب وہی ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں۔ قرآن کریم کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے''

(الحکم 31 اکتوبر 1901)(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 ستمبر 2004ء سے اقتباسات)

یک احمدی کو خاص طور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس نے قرآن کریم پڑھنا ہے، سمجھنا ہے، غور کرنا ہے اور جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحتوں سے یا پھرانہی اصولوں پر چلتے ہوئے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے خلفاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان کو ان کے مطابق سمجھنا چاہیے۔ اور پھر اس پر عمل کرنا ہے تب ہی ان لوگوں میں شمار ہوسکیں گے جن کے لئے یہ کتاب ہدایت کا باعث ہے۔ ورنہ تو احمدی دعویٰ بھی غیروں کے دعوے کی طرح ہی ہوگا کہ ہم قرآن کو عزت دیتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے کہ یہ صرف دعویٰ تو نہیں؟ اور دیکھے کہ حقیقت میں وہ قرآن کو عزت دیتا ہے؟ کیونکہ اب آسمان پر وہی عزت پائے گا جو قرآن کو عزت دے گا اور قرآن کو عزت دینا یہی ہے کہ اس کے سب حکموں پر عمل کیا جائے

''ہر ایک احمدی کو خاص طور پر یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نے قرآن کریم پڑھنا ہے، سمجھنا ہے، غور کرنا ہے اور جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی وضاحتوں سے یا پھرانہی اصولوں پر چلتے ہوئے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے خلفاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان کو ان کے مطابق سمجھنا چاہیئے۔ اور پھر اس پر عمل کرنا ہے۔ تب ہی ان لوگوں میں شمار ہوسکیں گے جن کے لئے یہ کتاب ہدایت کا باعث ہے۔ ورنہ تو احمدی کا دعویٰ بھی غیروں کے دعویٰ کی طرح ہی ہوگا کہ ہم قرآن کو عزت دیتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے کہ صرف یہ دعویٰ تو نہیں؟ اور دیکھے کہ حقیقت میں وہ قرآن کو عزت دیتا ہے؟ کیونکہ اب آسمان پر وہی عزت پائے گا جو قرآن کو عزت دے گا اور قرآن کو عزت دینا یہی ہے کہ اس کے سب حکموں پر عمل کیا جائے۔ قرآن کی عزت یہ نہیں ہے کہ جس طرح بعض لوگ شیلفوں میں اپنے گھروں میں خوبصورت کپڑوں میں لپیٹ کر قرآنِ کریم رکھ لیتے ہیں اور صبح اٹھ کر ماتھے سے لگا کر پیار کرلیا اور کافی ہوگیا اور جو برکتیں حاصل ہونی تھیں ہوگئیں۔ یہ تو خدا کی کتاب سے مذاق کرنے والی بات ہے۔ دنیا کے کاموں کے لئے تو وقت ہوتا ہے لیکن سمجھنا تو ایک طرف رہا، اتنا وقت بھی نہیں ہوتا کہ ایک دو رکوع تلاوت ہی کرسکیں''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 24 ستمبر 2004ء)

کیا قرآن مجید انجیل کا سرقہ ہے؟

(نصیر احمد انجم استاد جامعہ احمدیہ ربوہ)

قرآن مجید پر ہونے والے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن مجید کلام اللہ نہیں ہے بلکہ انجیل کی تعلیمات سے چُرا کر بنایا گیا ہے۔

یہ اعتراض کوئی نیا اعتراض نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بھی یہ اعتراض ہوا تھا اور آپ نے اسی اعتراض کے رد میں ایک رسالہ بھی رقم فرمایا جس کا نام چشمۂ مسیحی ہے۔ اس میں آپ نے اس اعتراض کا کافی وشافی جواب دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ یہ اعتراض تو دراصل انجیل پر وارد ہوتا ہے اور یہودی مصنف ایسی عبارتیں پیش کرتے ہیں جو طالمود سے چرا کر انجیل میں درج کی گئیں ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"صاحب ینابیع الاسلام نے اگر یہ کوشش کی ہے کہ قرآن شریف فلاں فلاں قصوں یا کتابوں سے بنایا گیا ہے۔ یہ کوشش اس کی اس کے ہزارم حصّہ پر بھی نہیں جو ایک یہودی نے انجیل کی اصلیت دریافت کرنے کے لئے کی ہے۔ اس فاضل نے اپنے خیال میں اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ انجیل کی اخلاقی تعلیم یہودیوں کی کتاب طالمود نیز بعض اور چند بنی اسرائیل کی کتابوں سے لی گئی ہے۔ اور یہ چوری اس قدر صریح طور پر عمل میں آئی ہے کہ عبارتوں کی عبارتیں بعینہٖ نقل کر دی گئی ہیں۔ اور فاضل نے دکھلا دیا ہے کہ درحقیقت انجیل مجموعہ مال مسروقہ ہے۔ درحقیقت اس نے حد کر دی اور خاص کر پہاڑی تعلیم کو جس پر عیسائیوں کو بہت ناز ہے طالمود سے اخذ کرنا لفظ بلفظ ثابت کر دیا ہے۔ اور دکھلا دیا ہے کہ یہ طالمود کی عبارتیں اور فقرے ہیں۔ اور ایسا ہی دوسری کتابوں سے وہ مسروقہ عبارتیں نقل کر کے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ چنانچہ خود یورپ کے محقق بھی اس طرف دلچسپی سے متوجہ ہو گئے ہیں۔ اور ان دنوں میں مَیں نے ایک ہندو کا رسالہ دیکھا ہے جس نے یہ کوشش کی ہے کہ انجیل بدھ کی تعلیم کا سرقہ ہے اور بدھ کی اخلاقی تعلیم کو پیش کر کے اس کا ثبوت دینا چاہا ہے ۔ اور عجیب تر یہ کہ بدھ لوگوں میں وہی قصہ شیطان کا مشہور ہے جو اس کو آزمانے کے لئے کئی جگہ لئے پھرا۔ پس ہر ایک کو یہ خیال دل میں لانے کا حق ہے کہ تھوڑے عرصہ سے تغیر سے وہی قصہ انجیل میں بھی بطور سرقہ داخل کر دیا گیا ہے۔ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان میں آئے تھے اور حضرت عیسیٰؑ کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے جس کو ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے اس صورت میں ایسے معترضین کو اور بھی حق پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسا خیال کریں کہ اناجیل موجودہ دراصل بدھ مذہب کا ایک خاکہ ہے۔ یہ شہادتیں اس قدر گزر چکی ہیں کہ اب مخفی نہیں ہو سکتیں۔ ایک اور امر تعجب انگیز ہے کہ یوز آصف کی قدیم کتاب (جس کی نسبت اکثر محقق انگریزوں کے بھی یہ خیالات ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے بھی پہلے کی شائع ہو چکی ہے) جس کے ترجمے تمام ممالک یورپ میں ہو چکے ہیں انجیل کو اکثر مقامات سے ایسا توارد ہے کہ بہت سی عبارتیں باہم ملتی ہیں اور جو انجیلوں میں بعض مثالیں موجود ہیں وہی مثالیں انہیں الفاظ کے ساتھ اس کتاب میں بھی موجود ہیں۔ اگر ایک شخص ایسا جاہل ہو کہ گویا اندھا ہو وہ بھی اس کتاب کو دیکھ کر یقین کرے گا کہ انجیل اسی میں سے چرائی گئی ہے۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کتاب گوتم بدھ کی ہے اور اوّل سنسکرت میں تھی اور پھر دوسری زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ چنانچہ بعض محقق انگریز بھی اس بات کے قائل ہیں۔ مگر اس بات کے ماننے سے انجیل کا کچھ حصہ باقی نہیں رہتا اور نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ اپنی تمام تعلیم میں چور ثابت ہوتے ہیں۔ کتاب موجود ہے۔ جو چاہے دیکھ لے۔ مگر ہماری رائے تو یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰؑ کی یہ انجیل ہے جو ہندوستان کے سفر میں لکھی گئی اور ہم نے بہت سے دلائل سے اس بات کو ثابت بھی کر دیا ہے کہ یہ درحقیقت حضرت عیسیٰؑ کی انجیل ہے اور دوسری انجیلوں سے زیادہ پاک وصاف ہے۔ مگر وہ بعض محقق انگریز جو اس کتاب کو بدھ کی کتاب ٹھہراتے ہیں وہ پاؤں پر آپ تیر مارتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کو سارق قرار دیتے ہیں۔" (چشمہ مسیحی۔ روحانی خزائن جلد۔20 صفحہ 339-340)

سرقہ اور توارد میں فرق ہوتا ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ جو مضمون کسی ایک کتاب میں پایا جائے اس سے ملتا جلتا مضمون دوسری کتاب میں بھی آجائے اسے توارد کہا جاتا ہے اور یہ ہرگز اچھنبے کی بات نہیں۔ جملہ علوم کی کتب میں مماثلت اور توارد ہو سکتا ہے اسی سے علوم میں ترقی اور ترویج ہوتی ہے۔ سرقہ البتہ یہ ہے کہ من وعن کوئی عبارت کسی کتاب سے نقل کر لی جائے اور اس کا ذکر تک نہ کیا جائے۔ قرآن مجید میں پرانی سچائیوں کے ساتھ توارد ہو ممکن ہے۔ نیز نزول قرآن کے وقت کسی عیسائی عالم نے یہ اعتراض نہ اٹھایا کہ یہ سرقہ ہے۔ آج عیسائی کس منہ سے یہ اعتراض کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید نے بار بار اس جیسا کلام لانے کا چیلنج دیا ہے اگر سرقہ ہوتا تو چیلنج کا کیا باقی رہتا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

"قرآن شریف کی نسبت یہ گمان کرنا کہ ان مشہور قصوں یا افسانوں یا کتبوں یا اناجیل سے بنایا گیا ہے نہایت قابل شرم جہالت ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ خدا کی کتاب کا کسی گزشتہ مضمون سے توارد

ہو جائے۔ چنانچہ ہندوؤں کے وید جو اس زمانہ میں مخفی تھے ان کی کئی سچائیاں قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں۔ پس کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت نے وید بھی پڑھا تھا۔اناجیل کا ذخیرہ جو چھاپہ خانہ کے ذریعہ سے اب ملا ہے عرب میں کوئی ان کو جانتا بھی نہ تھا اور عرب کے لوگ محض امی تھے اور اگر اس ملک میں شاذ و نادر کے طور پر کوئی عیسائی بھی تھا وہ بھی اپنے مذہب کی کوئی وسیع واقفیت نہیں رکھتا تھا تو پھر یہ الزام کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرقہ کے طور پر ان کتابوں سے وہ مضمون لئے تھے ایک لعنتی خیال ہے۔آنحضرت محض امی تھے۔آپ عربی بھی نہیں پڑھ سکتے تھے چہ جائیکہ یونانی یا عبرانی یہ بار ثبوت ہمارے مخالفوں کے ذمے ہے کہ اس زمانہ کی کوئی پرانی کتاب پیش کریں جس سے مطالب اخذ کئے گئے۔اگر فرض محال کے طور پر قرآن شریف میں سرقہ کے ذریعہ سے کوئی مضمون ہوتا تو عرب کے عیسائی لوگ جو اسلام کے سخت دشمن تھے۔ فی الفور شور مچاتے کہ ہم سے سن کر ایسا مضمون لکھا ہے......

پس عیسائیوں کیلئے اس وقت یہ بات نہایت سہل تھی کہ وہ بعض قصے نکال کر پیش کرتے کہ ان کتابوں سے قرآن شریف نے چوری کی ہے۔اس صورت میں اسلام کا تمام کاروبار سرد ہو جاتا مگر اب تو بعد از مرگ واویلا ہے۔عقل ہرگز ہرگز قبول نہیں کر سکتی کہ اگر عرب کے عیسائیوں کے پاس ایسی کتابیں موجود تھیں جن کی نسبت گمان ہو سکتا تھا کہ ان کتابوں سے قرآن شریف نے قصے لئے ہیں خواہ وہ کتابیں اصلی تھیں یا فرضی۔تو عیسائی اس پردہ دری سے چپ رہتے۔پس بلاشبہ قرآن شریف کا سارا مضمون وحی الٰہی سے ہے۔اور وہ وحی ایسا عظیم الشان معجزہ تھا کہ اس کی نظیر کوئی شخص پیش نہ کر سکا اور سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص دوسری کتابوں کا چور ہو اور خود مضمون بناوے اور جانتا ہو کہ فلاں فلاں کتاب سے میں نے یہ مضمون لیا ہے اور غیب کی باتیں نہیں ہیں اس کو کب جرأت اور حوصلہ ہو سکتا ہے کہ تمام جہان کو مقابلے کیلئے بلاوے اور پھر کوئی بھی مقابلہ نہ کرے اور کوئی اس کی پردہ داری پر قادر نہ ہو۔'' (چشمہ مسیحی۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 342 تا 343)

اب اس کتاب کے اصلی یا جعلی ہونے کا فیصلہ کیسے ہو؟ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ جو کتاب اپنے اندر معجزات رکھتی ہو وہی اصل ہو گی اور وحی من اللہ ہو گی۔ورنہ سرقہ کی ہوئی کتاب میں یہ معارف اور معجزات نہیں آ سکتے جو قرآن مجید میں ہیں۔چنانچہ اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''اب ہم اصل امر کی طرف رجوع کر کے مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ایک وحی اگر کسی گزشتہ قصہ یا کتاب کے مطابق آ جائے یا پوری مطابق نہ ہو یا فرض کرو کہ وہ قصہ یا وہ کتاب لوگوں کی نظر میں ایک فرضی کتاب یا فرضی قصہ ہے تو اس سے خدا تعالیٰ کی وحی پر کوئی حملہ نہیں ہو سکتا۔جن کتابوں کا نام عیسائی لوگ تاریخی کتابیں رکھتے یا آسمانی وحی کہتے ہیں یہ تمام بے بنیاد باتیں ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں۔اور کوئی کتاب ان کی شکوک و شبہات کے گند سے خالی نہیں۔اور جن کتابوں کو وہ جعلی اور فرضی کہتے ہیں ممکن ہے کہ وہ جعلی نہ ہوں اور جن کتابوں کو وہ صحیح مانتے ہیں ممکن ہے وہ جعلی ہوں۔خدا تعالیٰ کی کتاب ان کی مطابقت یا مخالفت کی محتاج نہیں ہے۔خدا تعالیٰ کی سچی کتاب کا یہ معیار نہیں ہے کہ ایسی کتابوں کی مطابقت یا مخالفت دیکھی جائے۔عیسائیوں کی کسی کتاب کو جعلی کہنا ایسا امر نہیں ہے کہ جو جوڈیشل تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے اور نہ ان کا کسی کتاب کو صحیح کہنا کسی باضابطہ ثبوت پر مبنی ہے۔نری اٹکلیں اور خیالات ہیں لہٰذا ان کے یہ بیہودہ خیالات خدا کی کتاب کے معیار نہیں ہو سکتے بلکہ معیار یہ ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ وہ کتاب خدا کے قانون قدرت اور قوی معجزات سے اپنا منجانب اللہ ہونا ثابت کرتی ہے یا نہیں۔ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ہزار سے زیادہ معجزات ہوئے ہیں اور پیشگوئیوں کا تو شمار نہیں۔مگر ہمیں ضرورت نہیں کہ ان گزشتہ معجزات کو پیش کریں۔بلکہ ایک عظیم الشان معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی وحی منقطع ہو گئی اور معجزات نابود ہو گئے اور ان کی امت خالی اور تہی دست ہے صرف قصے ان لوگوں کے ہاتھ میں رہ گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی منقطع نہیں ہوئی اور نہ معجزات منقطع ہوئے بلکہ ہمیشہ بذریعہ کاملینِ امت جو شرفِ اِتباع سے مشرف ہیں ظہور میں آتے ہیں۔اِسی وجہ سے مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اس کا خدا زندہ خدا ہے۔چنانچہ اس زمانہ میں بھی اس شہادت کے پیش کرنے کیلئے یہی بندہ حضرتِ عزت موجود ہے۔اور اب تک میرے ہاتھ پر ہزارہا نشان تصدیقِ رسول اللہ اور کتاب اللہ کے بارہ میں ظاہر ہو چکے ہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک مکالمہ سے قریباً ہر روز مُشرف ہوتا ہوں۔اب ہوشیار ہو جاؤ اور سوچ کر دیکھ لو کہ جس حالت میں دنیا میں ہزارہا صاحب خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں تو کیونکر ثابت ہو کہ وہ درحقیقت منجانب اللہ ہیں۔آخر سچے مذہب کیلئے کوئی تو مابہ الامتیاز چاہئے اور صرف معقولیت کا دعویٰ کسی مذہب کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ معقول باتیں انسان بھی کر سکتا ہے جو خدا محض انسانی اور دلائل سے پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہے بلکہ خدا وہ ہے جو اپنے تئیں کئی نشانوں کے ساتھ آپ ظاہر کرتا ہے۔وہ مذہب جو محض خدا کی طرف سے ہے اس کے ثبوت کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ منجانب اللہ ہونے کے نشان اور کوئی

خدائی مہر اپنے ساتھ رکھتا ہوتا معلوم ہو کہ وہ خاص خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ہے۔سو یہ مذہب اسلام ہے۔وہ خدا جو پوشیدہ اور نہاں در نہاں ہے اسی مذہب کے ذریعہ سے اس کا پتہ لگتا ہے اور اسی مذہب کے حقیقی پیروؤں پر وہ ظاہر ہوتا ہے جو درحقیقت سچا مذہب ہے۔سچے مذہب پر اس کا ہاتھ ہوتا ہے اور خدا اس کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے کہ میں موجود ہوں۔جن مذاہب کی محض قصوں پر بناء ہے وہ بت پرستی سے کم نہیں ان مذاہب میں کوئی سچائی کی روح نہیں۔''(چشمہ مسیحی۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 350 تا 351)

معترض کہتے ہیں کہ اصحاب کہف وغیرہ کے فرضی قصے جو پرانی کتب میں ہیں قرآن مجید میں لکھے گئے ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ یہ فرضی قصے ہیں یا حقیقی۔انجیل کا تو اپنا حال بہت پتلا ہے اور محققین برملا یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نیا عہد نامہ کتر بیونت کا شکار ہوتا رہتا ہے اس لئے کیا اصلی ہے اور کیا نقلی اس کا فیصلہ نفس مضمون کرے گا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو امی تھے اور پہلی کتب کے مضامین سے بے خبر تھے آپ پر تو یہ الزام ویسے بھی نہیں آ سکتا۔البتہ یسوع مسیح پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے جنہوں نے سبقاً سبقاً توراۃ پڑھی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ اس بارہ میں فرماتے ہیں۔

''قصہ اصحاب الکہف وغیرہ اگر یہودیوں اور عیسائیوں کی پہلی کتابوں میں بھی ہو اور کہ فرض کرلیں کہ وہ لوگ ان قصوں کو ایک فرضی سمجھتے ہوں تو اس میں کیا حرج ہے آپ کو یاد رہے کہ ان لوگوں کی مذہبی اور تاریخی کتابیں اور خود ان کی آسمانی کتابیں تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں۔آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ یورپ میں ان کتابوں کے بارے میں آجکل اس قدر ماتم ہو رہا ہے اور سلیم طبیعتیں خود بخود اسلام کی طرف آتی جاتی ہیں اور بڑی بڑی کتابیں اسلام کی حمایت میں تالیف ہو رہی ہیں۔چنانچہ کئی انگریز امریکہ وغیرہ ممالک کے ہمارے سلسلہ میں داخلے ہو گئے ہیں آخر جھوٹ کب تک چھپا رہے۔پھر سوچنے کا مقام ہے کہ وحی الٰہی کو ایسی کتابوں کے اقتباس کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔خوب یاد رکھو کہ یہ لوگ اندھے ہیں اور ان کی تمام کتابیں اندھی ہیں۔تعجب کہ جس حالت میں قرآن شریف ایسے جزیرے میں نازل ہوا جس کے لوگ عموماً عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں سے بے خبر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود امی تھے تو پھر یہ تہمتیں آنجناب پر لگانا ان لوگوں کا کام ہے اور خدا سے بالکل بے خوف ہیں۔اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰؑ پر کس قدر اعتراض ہونگے۔جنہوں نے ایک اسرائیلی فاضل سے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا اور یہودیوں کی تمام کتابوں طالمود وغیرہ کا مطالعہ کیا تھا اور جن کی انجیل درحقیقت بائبل اور طالمود کی عبارتوں سے ایسی پُر ہے کہ ہم لوگ محض قرآن شریف کے ارشاد کی وجہ سے ان پر ایمان لاتے ہیں۔ورنہ اناجیل کی نسبت بڑے شبہات پیدا ہوتے ہیں افسوس کہ انجیلوں میں ایک بات بھی ایسی نہیں کہ جو بلفظہ پہلی کتابوں میں موجود نہیں اور پھر اگر قرآن نے بائبل کی متفرق سچائیوں اور صداقتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا تو اس میں کون سا استبعاد عقلی ہوا اور کیا غضب آ گیا۔کیا آپ کے نزدیک یہ محال ہے کہ یہ تمام قصے قرآن شریف کے بذریعہ وحی کے لئے گئے ہیں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب وحی ہونا دلائل واقعہ سے ثابت ہے اور آپ کی نبوت حقہ کے انوار و برکات اب تک ظہور میں آرہے ہیں تو کیوں شیطانی وساوس دل میں داخل کئے جاویں کہ نعوذ باللہ قرآن شریف کا کوئی قصہ کسی پہلی کتاب یا کتبہ سے نقل کیا گیا ہے۔کیا آپ کو خدا تعالیٰ کے وجود میں کچھ شک ہے یا آپ اس کو علم غیب پر قادر نہیں جانتے۔اور میں بیان کر چکا ہوں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا کسی کتاب کا اصلی قرار دینا اور کسی کو فرضی سمجھنا یہ سب بے بنیاد خیالات ہیں۔نہ کسی نے اصل کی اصلیت کا ملاحظہ کیا اور نہ کسی نے کسی جعل ساز کو پکڑا اس کی نسبت خود یورپ کے محققین کی شہادتیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ایک اندھی قوم ہے جن میں ایمانی روشنی باقی نہیں رہی۔اور عیسائیوں پر تو نہایت ہی افسوس ہے جنہوں نے طبعی اور فلسفہ کو پڑھ کر ڈبو دیا ایک طرف تو آسمانوں کے منکر ہیں اور ایک طرف حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر بٹھاتے ہیں۔سچ تو یہ ہے کہ اگر یہود کی پہلی کتابیں سچی ہیں تو ان کی بناء پر حضرت عیسیٰؑ کی نبوت ہی ثابت نہیں ہوتی۔مثلاً سچے حضرت مسیح موعود کیلئے جس کا حضرت عیسیٰؑ کو دعویٰ ہے ملاکی نبی کی کتاب کی رو سے یہ ضروری تھا کہ اس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا مگر الیاس تو اب تک نہ آیا۔درحقیقت یہودیوں کی طرف سے یہ بڑی حجت ہے۔جس کا جواب حضرت عیسیٰؑ صفائی سے نہیں دے سکے یہ قرآن شریف کا حضرت عیسیٰؑ پر احسان ہے جو اُن کی نبوت کا اعلان فرمایا۔''(چشمہ مسیحی۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 357 تا 358)

قرآن مجید پر انجیل سے سرقہ کا الزام اس لئے بھی نہیں آ سکتا کہ عیسائیوں کے مروجہ عقائد الوہیت مسیح، تثلیث، کفارہ وغیرہ کا پرزور طریق پر قرآن مجید نے رد کیا ہے اور اسے اتنا بڑا فتنہ گردانا ہے جس سے زمین و آسمان پھٹ پڑیں اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔جس کتاب سے چوری کی جائے اس کتاب کے ماننے والوں کے جملہ غلط عقائد کے متعلق اتنی تحدی کیسے کی جا سکتی ہے۔پس یہ اعتراض محض نادانی سے کیا گیا ہے حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

فضائلِ قرآنِ مجید

(کلام سیّدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہر گز
اگر لُو لُوئے عُماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہر گز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بُوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو، یہ کیسا کِذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

حفاظتِ قرآن

(طارق حیات ریسرچ سیل، ربوہ)

ابتداء سے سنت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو ہدائیت اور رشد پانے کے ضروری سامانوں سے کبھی بھی محروم نہیں رکھا ہے۔تخلیق آدم سے لیکر انسانیت کے اس دور کے بارہ میں ہمیں قرآن بتاتا ہے کہ

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ (سورہ الفاطر :25)

یعنی ''اور کوئی امت نہیں مگر ضرور اس میں کوئی ڈرانے والا گزرا ہے''۔ان انبیاء نے اپنے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق خدائی مدد اور ہدائیت سے اصلاح کی کوششیں کیں اور کامیابیاں بھی پائیں۔اور رفتہ رفتہ ان انبیاء کے دائرہ اصلاح میں وسعت آتی گئی۔پھر اجتماعیت کی جانب سفر اپنے اس مقام پر جا پہنچا کہ ساری دنیا کو ایک نبی مخاطب کرے اور اس بارِ عظیم کو اٹھانے اور اس رفیع الشان ذمہ داری کو نبھانے کے لئے قرعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نکلا۔اور آپکو اس مقصد کے لئے قرآن جیسی کتاب دی گئی۔قرآن کریم خداتعالیٰ کی طرف سے شریعت کی آخری کتاب ہے جو کہ قیامت تک کے لئے تمام انسانیت کے واسطے مکمل ضابطہ حیات اور ذریعہ فلاح ونجات ہے۔اس قدر اہمیت کی حامل کتاب کی حفاظت کے موضوع پر چند سطور ان دلائل کی روشنی میں تحریر ہیں جو دنیا کے سامنے اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھے۔سب سے پہلے قرآن کریم کے ہی ان دعاوی کا پتہ ہونا ضروری ہے جو اس بابت اس کتاب میں درج ہیں۔اس منزل مِنَ اللہ کتاب میں خدائے قادر تاکید سے بھرے ہوئے الفاظ میں فرماتا ہے کہ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ الحجر -10)

ترجمہ:یقیناً ہم نے ہی اس ذکر کو اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

گذشتہ کتب میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک کتاب کا ایک خاص دورِ اصلاح ہوا کرتا تھا اور وہ کتب اس خاص زمانے کی ضرورتوں اور پیش آمدہ مسائل کو ہی مخاطب کیا کرتی تھیں اور ان مسائل کا حل بتایا کرتی تھیں اور ایک مخصوص مدت گزرنے کے بعد خدائے قادر کی حکمتِ بالغہ کے تحت ان کتب کا اثر اور ان میں مذکور مسائل کا حل زمانے کے مسائل کی تعداد اور شدت سے پیچھے رہ جاتا تھا اور نئی کتاب کا دور شروع ہو جاتا تھا۔اب قرآن قیامت تک کیلئے بطور قانون اور ضابطہ حیات ہے۔اس محولہ بالا حفاظتِ قرآن کے وعدہ کے اختتام کی آخری مدت خدا نے مقرر نہیں فرمائی۔اس دلیل کو پرکھنے کے لئے اس ماحول کا اندازہ کر لینا کافی ہوگا کہ اگر دنیا میں آج حضرت موسیٰ کا لایا ہوا قانون یا حضرت عیسیٰ کی بتائی ہوئی باتیں بطور قانون اور ضابطہ حیات لاگو کر دی جائیں۔نیز یہ فخر صرف اور صرف قرآن کو ہی حاصل ہے کہ اس کی حفاظت کا وعدہ خود خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے کیونکہ ہم قرآن میں دیکھتے ہیں کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ تورات کی حفاظت کا فریضہ ربانی لوگوں اور احبار کے ذمہ تھا جیسا کہ سورۃ المائدہ: آیت 45 میں مذکور ہے۔مطالعہ قرآن کے دوران ہم محولہ بالا حفاظتِ قرآنی کے وعدہ کے علاوہ بھی اس کتاب کے اندر ہی اس کی حفاظت کے لئے خاص انتظامات کا متعدد جگہ اور مختلف طریقوں کا ذکر پڑھتے ہے۔مثلاً خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ (سورہ القیامہ17)

ترجمہ:یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کی تلاوت ہماری ذمہ داری ہے۔

اس قرآن کو جو خدا کی طرف سے نام دیئے گئے ان میں الکتاب اور قرآن بھی ہیں، یہ دونوں نام اس کی تاقیامت زبانی اور کتابی شکل میں حفاظت کا پتہ دیتے ہیں۔اور ان ناموں کے معانی کے اندر اس کی حفاظت کی پیش گوئی موجود ہے۔فیھا کتب قیّمۃ (سورہ البینہ: 4) کہہ کر اس کی تعلیمات کے دائمی ہونے کا پتہ دیا پھر فرمایا کہ فی لوح محفوظ (سورہ البروج:23) یہ کتاب لوح محفوظ میں ہے۔اس کے علاوہ قرآن میں متعدد جگہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے حفاظتِ قرآن کی ذمہ داری آپ لینے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی حفاظت کے لئے غیر معمولی کوشش اور جدوجہد سے روکا گیا ہے۔مثلاً سورہ العنکبوت 50 تا 47 اور سورہ قیامۃ کی بعض آیات، وغیرہ۔

حفاظتِ قرآن کے لئے جو الٰہی انتظامات آغاز سے ہی جاری ہوئے ان کا ذکر کرنے سے قبل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وہ عربی عبارت پیش

ہے کہ جس میں نہایت اختصار کے ساتھ آپؑ نے جمع وتدوین قرآن کی تاریخ درج فرمادی ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ

''ومع ذلک لاشک ان القرآن وحی متلو وکله متواتر قطعی حتی النقاط والحروفزوأنزله الله باهتمام شدید کامل بحراسة الملائكة.،ثم ماترک النبی صلی الله علیه وسلم دقیقة من الاهتمامات فی امره وداوم علی ان یکتب أمام عینه آیة آیة کماکان ینزل حتی جمع کله ورتب الآیات وجمعهابنفسه النفیسة وکان یداوم علی قرائته فی الصلوة وغیرهاحتی ارتحل من دارالدنیاولحق بالرفیق الاعلی ولاقی محبوبه رب العالمین.ثم بعدذلک قام الخلیفة الاول ابوبکرالصدیق رضی الله عنه لتعهدجمیع سوره بترتیب سمع من النبی صلی الله علیه وسلم`ثم بعدالصدیق الاکبروفق الله الخلیفة الثالث فجمع القرآن علی قراءة واحدة بحسب لغة قریش واشاعه فی البلاد،ومع ذلک کان الصحابة کلهم یقرؤن القرآن کالحفاظ وکان کثیرمنه فی صدورالمؤمنین وکانوایقرؤنه فی الصلوة وخارجهابل کان بعضهم حافظ القرآن کله وکانوایتلونه فی آناء اللیل والنهاروکانواعلی تلاوته مداومین.''

(حمامۃ البشریٰ روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 216-217)

ترجمہ۔''اورساتھ ساتھ اس بات میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ قرآن کریم وحی متلو ہے اور یہ سارا کا سارا ایک تواتر کے نیچے اور قطعی ہے یہاں تک کہ اس کے نقاط اور حروف بھی قطعی ہیں۔اوراللہ نے اس کوملائکہ کی شدید حفاظت اورنگرانی میں اتاراہے۔پھرنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بابت ضروری اہتمام کرنے میں کچھ بھی کسر نہ اٹھارکھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقل یہ طریق رکھا کہ جیسے ہی کوئی آیات نازل ہوتیں توفوراً اس وحی کی ایک ایک آیت اپنی آنکھوں کے سامنے لکھواتے یہاں تک کے آپ نے ساراقرآن جمع کرلیااورآیات کی ترتیب بھی مکمل کرلی اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خودبنفس نفیس اس کوجمع کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مستقل طریق تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آیات کی نماز میں،اوراس کے علاوہ بھی تلاوت فرمایا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز عمل آپ کے صدمہ وفات تک جاری رہاجب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیاکے گھرکوچھوڑ کراپنے رفیق اعلیٰ کے پاس چلے گئے اوراپنے محبوب رب العالمین سے جاملے۔پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعدخلیفہ اول حضرت ابوبکررضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔انھوں نے سورتوں کی ترتیب کومزید پختہ کیااس ترتیب کے مطابق جوانھوں نے آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم سے یادکی ہوئی تھی۔پھرحضرت ابوبکررضی اللہ عنہ کے بعدحضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث کوخدانے توفیق بخشی اورانھوں نے قرآن کوقرأت واحدہ پرجمع کیااورسب کوقریش کی لغت پرجمع کیااوراس کی اشاعت سارے بلادمیں کی۔اوران انتظامات کے ساتھ ساتھ یہ بھی اہتمام تھاکہ سارے کہ سارے صحابہ حفاظ کی طرح قرآن پڑھاکرتے تھے اوراوراس قرآن کا بہت بڑاحصہ تومومنوں کے سینوں میں محفوظ تھااوروہ اس قرآن کونمازاورخارج نماز میں پڑھاکرتے تھے۔بلکہ ان میں سے بعض توپورے قرآن کے بھی حافظ تھے اوروہ اس قرآن کی تلاوت دن اوررات کی مختلف گھڑیوں میں کرتے رہتے تھے اوروہ اس کی تلاوت پرمداومت اختیارکرنے والے تھے۔''

حفاظتِ قرآن کے لئے خداتعالیٰ نے جوانتظامات فرمائے اس کامختصر خاکہ کچھ اس طرح پرہے کہ جوبھی آیات نازل ہوتی تھیں آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم فوراً کاتب صحابہ کوبلاکران آیات کوضبط تحریرمیں لے آتے تھے اوریہ ساری کاروائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے خاص اہتمام فرمایاکرتے تھے،لکھوانے کے بعداس نازل شدہ حصہ کوسنابھی کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خودلکھواتے تھے بلکہ خدائی تفہیم کے مطابق ان کی ترتیب بھی خودمقررفرماتے جاتے تھے۔اس بات کاتفصیلی نقشہ مستندکتب احادیث میں موجودہے بطورنمونہ ایک روایت درج ہے۔

''عن ابن عباس قال قال عثمان بن عفان رضی الله عنهماکان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذانزل علیه شیٔ دعابعض من کان یکتب فیقول ضعواهٰؤلآء الآیات فی سوره التی یذکرفیهاکذاوکذافاذانزلت علیه الایة فیقول ضعواهذه الایة فی سورة التی یذکرفیهاکذاوکذا''

(ترمذی کتاب التفسیرالقرآن باب ومن سورۃ التوبۃ حدیث نمبر3086،مسنداحمدبن حنبل جلد1صفحہ 197حدیث نمبر399)

''یعنی حضرت ابن عباسؓ جوکہ آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم کے چچازادبھائی تھے روایت

کرتے ہیں کہ حضرت عثمان خلیفۃ الثالث (جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کاتبِ وحی رہ چکے تھے) فرمایا کرتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی آیات اکٹھی نازل ہوتیں تھیں تو آپ اپنے کاتبین وحی میں سے کسی کو بلا کر ارشاد فرماتے تھے کہ ان آیات کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ لکھواور اگر ایک ہی آیت اترتی تھی تو پھر بھی اسی طرح کسی کاتب وحی کو بلا کر اور جگہ بتا کر اسے تحریر کروا دیتے تھے۔'' کتابتِ وحی کی اس مقدس اور انتہائی اہم ڈیوٹی انجام دینے کی سعادت حاصل کرنے والے اصحاب کے اسماء اور ان کی پاکیزہ ذاتی زندگیوں کے واقعات کتبِ تاریخ کا حصہ ہیں۔

دوسرا بڑا ذریعہ خدا نے حفاظتِ قرآن کے لئے یہ قائم فرمایا کہ مسلمانوں کے اندر اس کتاب کو حفظ کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک تو خدا نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں اس کتاب کو حفظ کرنے کا شوق پیدا کر دیا اور دوسرا اس کی عبارت اس قدر خوبصورت، سلیس اور نظم ونثر کے درمیان ہے کہ جو حفظ کرنے کے لئے بہت آسان ہے۔ ہر مسلمان کو نماز کے اندر پڑھنے کے لئے قرآن کا کچھ نہ کچھ حصہ زبانی یاد کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہر رکعت کے اندر سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد چند آیات کی تلاوت کرنا فرض ہے۔ اس وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کئی حافظ پیدا ہوگئے۔ نماز کے اندر اور اس کے علاوہ بھی تلاوت کرنا صحابہ اور دیگر مسلمان باعث ثواب خیال کر کے اکثر تلاوت کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ حفظ قرآن پر ترغیب دینے والی ایک بات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات بھی ہیں جن کے اندر آپؐ نے ان فضیلتوں اور ثواب کا ذکر فرمایا ہے جو کہ حافظِ قرآن کے لئے خاص ہیں۔ پھر آنحضورؐ نے اپنی زندگی میں ہی درست حفظ اور درست تلاوت میں مدد دینے کے لئے استاد مقرر فرما دیئے۔ اور ان اساتذہ کی کوششوں کے ثمرات کی نگرانی بھی فرماتے تھے ان تمام کوششوں کے نتیجہ میں جو حافظ پیدا ہوئے ان کی تعداد ہزاروں تھی اس کا ایک اندازہ ان حافظوں کی تعداد سے لگایا جا سکتا ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں 6 ھ کو بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے ان کی تعداد 70 بتائی جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد مسیلمہ کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں خالد بن ولیدؓ کے ماتحت جنگ ہوئی اس ایک لشکر میں 3000 حافظ صحابہ شامل ہوئے جن میں سے 500 شہادت کے رتبہ تک پہنچے پھر وقت کے ساتھ ساتھ اس قرآن کے لاکھوں حافظ پیدا ہوگئے۔

قرآن کریم کا عرصہ نزول تئیس سال پر محیط ہے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ایام کم وبیش سات ہزار نو سو ستر (7970) بنتے ہیں اور قرآنی آیات کی تعداد چھ ہزار دو صد چھتیس (6236) ہے اور قرآن کے الفاظ کی تعداد ستتر ہزار نو سو چونتیس (77943) بتائی گئی ہے۔ اور قرآنی حروف کی مجموعی تعداد الاتقان فی علوم القرآن از علامہ سیوطی میں حضرت ابن عباس کے بیان کے مطابق تین لاکھ تئیس ہزار چھ سو اکہتر (323671) ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن، تصنیف: علامہ جلال الدین سیوطیؒ جلد 1 صفحہ 179:)

اور اگر آیات اور الفاظ کی مجموعی تعداد اور اس طویل عرصہ کا حساب لگایا جائے تو فی یوم نزولِ قرآن کی اوسط صرف نو الفاظ بنتی ہے۔ اور فی یوم آیات کی اوسط ایک آیت بھی نہیں بنتی ہے۔ کبھی لمبی سورتیں بھی نازل ہوتیں اور کبھی قرآنی وحی کے نزول میں وقفہ بھی پڑ جاتا تھا۔ آغاز نبوت میں نزول آیات کم تھا اور آخری ایام حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے سورتوں کا نزول ہوا۔ مگر ہماری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قدر مختصر حصہ کو ساتھ ساتھ محفوظ اور یاد کر لینا کچھ بھی مشکل کام نہ تھا جبکہ آیات میں مذکور اکثر واقعات کا ظہور بھی ساتھ مشاہدہ کیا جا رہا ہو۔

اور پھر قرآن کی ہزار ہا تفاسیر اور اس کی درست تلاوت میں مدد دینے کیلئے ہزار ہا استاد سارے عالم اسلام میں پھیل گئے۔ سارے عالم اسلام کی مساجد میں نمازوں کے اندر قرآن کی با آواز بلند تلاوت ہونے لگی۔ نماز اور اس کے علاوہ تلاوت، روزانہ صبح کی تلاوت تو مسلمانوں کا معمول ہے اور اس کی ترغیب تو خود قرآن نے دی ہے اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔ حفاظ کی کثرت اور مسلمانوں میں تلاوت قرآن کی طرف بے پناہ توجہ کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مخالف کے سامنے پیش کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

''مسلمان جس پاک اور کامل کتاب پر ایمان لائے ہیں کس قدر اس مقدس کتاب کو انہوں نے اپنے ضبط میں کر لیا ہے عموماً تمام مسلمان ایک حصہ کثیر قرآن شریف کا حفظ رکھتے ہیں جس کو پنج وقت مساجد میں نماز کی حالت میں پڑھتے ہیں۔ ابھی بچہ پانچ یا چھ برس کا ہوا جو قرآن شریف اس کے آگے رکھا گیا۔ لاکھوں آدمی ایسے پاؤ گے جن کو سارا قرآن شریف اول سے آخر تک حفظ ہے اگر ایک حرف بھی کسی جگہ سے پوچھو تو اگلی پچھلی عبارتیں سب پڑھ کر سنا دیں اور مردوں پر کیا موقوف ہے ہزاروں عورتیں سارا قرآن حفظ رکھتی ہیں۔ کسی شہر میں جا کر مساجد ومدارس اسلامیہ میں دیکھو صد ہا لڑکوں اور لڑکیوں کو پاؤ گے کہ قرآن شریف آگے رکھے ہیں اور باترجمہ پڑھ رہے ہیں یا حفظ کر رہے ہیں۔ (شحنۂ حق روحانی خزائن جلد دوم صفحہ نمبر 331 تا 332)

قرآن کے جو نسخے سارے عالم میں پھیلے اور ان کی تعداد بلا مبالغہ

کروڑوں میں ہے۔سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب بھی قرآن ہی ہے۔آج کے اس جدید پریس کے زمانہ میں قرآن کے نسخے بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں چھپتے ہیں اوران کی چھپائی میں اغلاط اور ہرطرح کے سقم سے بچنے کے لئے زرکثیر اور شدید عرق ریزی خرچ کر کے اس کی اعلیٰ حفاظت کا انتظام کیا جاتا ہے۔اور مسلمان ممالک میں پورے پورے محکمے اس ڈیوٹی کو سرانجام دیتے ہیں۔نیز گذشتہ وقتوں میں مسلمانوں کی اس طرف بے پناہ توجہ کا اندازہ ہمیں ان قلمی نسخوں سے بھی ہوتا ہے جوآج کل لائبریریوں کی زینت ہیں۔اور مسلمانوں میں اس کی کتابت کا اس قدر رواج تھا کہ کیا عوام بڑے بڑے بادشاہ بھی اس کی کتابت نہائت محبت اور جانفشانی سے کیا کرتے تھے اوراس امر کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا کرتے تھے۔۔

قرآن کی حفاظت پر ایک گواہ وہ تبلیغ قرآن ہے جو انتہائی قلیل عرصہ میں بڑے خطہ زمین پر پھیل گئی۔دیگر مخالف اقوام کو اس کی تعلیمات کا بخوبی علم ہو گیا۔جن تک اس کی تعلیم پہنچی وہ لاکھوں کروڑوں تھے اوران کا حلقہ بہت وسیع ہے قرآن کی تبلیغ واشاعت مشرکین کے سامنے ہوئی۔یہود ونصاریٰ، مجوسی اردگرد تھے اوراس قرآن کے اندران کے عقائد کا ذکر ہے اگرایک بات بھی ان کی طرف ایسی منسوب کی جاتی جوان میں موجود نہ تھی تو فوراً بول اٹھتے مثلاً شق القمر پر مشرکین مکہ کا اعتراف واعتراض قرآن میں منقول ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جوآیت آیت اس کی بروقت نزول ہزاروں مسلمانوں اور منکروں کو سنائی جاتی تھی اوراسی کی تبلیغ ہوتی تھی اورصد ہا اسکے حافظ تھے مسلمان لوگ نماز اور خارج نماز میں اس کو پڑھتے تھے پس جس حالت میں صریح قرآن شریف میں وارد ہوا کہ چاند دوٹکڑے ہوگیا اور جب کافروں نے یہ نشان دیکھا تو کہا کہ جادو ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشق القمر وان یروا اٰیةً یعرضوا و یقولوا سحر مستمر (القمر:2-3) اس صورت میں اس وقت کے منکرین پر لازم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر جاتے اور کہتے کہ آپ نے کب اور کس وقت چاند کو دوٹکڑے کیا اور کب اسکو ہم نے دیکھا لیکن جس حالت میں بعد مشہور اور شائع ہونے اس آیت کے سب مخالفین چپ رہے اور کسی نے دم بھی نہ مارا تو صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے چاند کو دوٹکڑے ہوتے ضرور دیکھا تھا تب ہی تو ان کو چون وچرا کرنے کی گنجائش نہ رہی غرض یہ بات بہت صاف اور ایک راست طبع محقق کے لئے بہت فائدہ مند ہے کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی جھوٹا معجزہ بحوالہ اپنے مخالفوں کی گواہی کے لکھ نہیں سکتے تھے اوراگر کچھ جھوٹ لکھتے تو ان کے مخالف ہمعصر اور ہم شہر اس زمانہ کے اسے کب پیش جانے دیتے۔علاوہ اس کے سوچنا چاہئے کہ وہ مسلمان لوگ جن کو یہ آیت سنائی گئی اور سنائی جاتی تھی وہ بھی تو ہزاروں آدمی تھے اور ہر یک شخص اپنے دل سے یہ محکم گواہی پاتا ہے کہ اگر کسی پیر یا مرشد یا پیغمبر سے کوئی امر محض دروغ اورافتراء ظہور میں آوے تو سارا اعتقاد ٹوٹ جاتا ہے اور ایسا شخص ہر ایک شخص کی نظر میں برا معلوم ہونے لگتا ہے،اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ معجزہ ظہور میں نہیں آیا تھا اورافترا محض تھا تو چاہئے تھا کہ ہزار ہا مسلمان جو آنحضرتؐ پر ایمان لائے تھے ایسے کذب صریح کو دیکھ کر یکلخت سارے کے سارے مرتد ہو جاتے۔

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد2 صفحہ110-111

اس کے علاوہ قرآنی بیان اپنوں کے سامنے بھی تھا مسلمانوں کے اندر ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صرف تیس سال بعد دو بڑے مکاتب فکر بن گئے جوآپس میں شدید معارض اور مخالف تھے اب اگر ایک فرقہ بھی قرآن میں کچھ زائد داخل کرتا یا قرآنی بیان کو بدلتا تو فوراً دوسرا فریق اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرسکتا تھا مگر اس قدر مفصل تاریخ کے اندر ہمیں ایک بھی ایسی کوشش نظر نہیں آتی۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

''کیونکہ جو فاضل قسیس اور باخبر انگریز ہیں وہ لوگ بباعث اپنے عام اور وسیع واقفیت کے خوب جانتے ہیں کہ جس طور اور التزام سے قرآنِ شریف نے اشاعت پائی ہے اور جس تشدد سے مخالفوں اور موافقوں کی نگرانی اس کی آیت آیت پر رہی ہے اور جس سرعت اور جلدی سے اس کے ہر یک مضمون کی تبلیغ لاکھوں آدمیوں کو ہوتی رہی ہے اور جس قلیل عرصہ میں جو بعد زمانہ نبوی تیس برس سے بھی کم تھا وہ دنیا کے اکثر حصوں میں شہرت پا گیا ہے وہ ایسا طور اور طریق چاروں طرف سے محفوظ ہے کہ اس میں یہ گنجائش ہی نہیں کہ کوئی جھوٹا معجزہ یا کوئی جھوٹی پیش گوئی افترا کر کے قرآن شریف میں درج ہو سکتی جس کے افتراء پر عیسائیوں یہودیوں عربوں مجوسیوں میں سے کسی کو بھی اطلاع نہ ہوتی''۔

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد دوم صفحہ نمبر129)

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مخالف کے اس اعتراض کے جواب میں کہ

قرآن میں لکھی بات تاریخی شہادت نہیں ہے، ایک زبردست چیلنج دیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''آپ فرماتے ہیں کہ قرآن میں لکھا جانا تاریخی ثبوت نہیں تو پھر آپ ہی فرماویں کہ جس حالت میں ایسی کتاب کی تحریر تاریخی ثبوت نہیں ہوسکتی جو اپنے زمانہ کا ایک شہرت یافتہ واقعہ مخالفوں کی گواہی کے حوالہ سے بتلاتی ہے اور کتاب بھی ایک ایسے شخص کی کتاب ہے جو تمام دنیا میں عزت اور مرتبت کے ساتھ مشہور ہے تو پھر تاریخی ثبوت کسے کہتے ہیں۔ کیا تاریخوں کے تمام مجموعہ میں اس سے عمدہ تر کوئی ثبوت مل سکتا ہے کہ کوئی واقعہ ہم ایسی کتاب میں لکھا ہوا پاویں جو اسی زمانہ کا واقعہ ہو جس زمانہ کی وہ کتاب ہے اور اسی مصنف نے اس کو لکھا ہو جس نے اس کو دیکھا بھی ہو اور وہ مؤلف کتاب بھی اپنی شہرت اور عزت میں سرآمد روزگار ہو۔ اور پھر باوجود ان سب باتوں کے مصنف نے مخالفوں کو بطور گواہ واقعہ قرار دیا ہو۔ اور پھر وہ کتاب بھی ایسی محفوظ چلی آتی ہو کہ اسی زمانہ میں اکثر حصہ دنیا میں شہرت پا گئی ہو اور ہزار ہا حافظ اسکی ابتداء سے ہوتے آئے ہوں یہاں تک کہ لاکھوں حافظوں تک نوبت پہنچ گئی ہو اور اسی زمانہ کے اسکے قلمی نسخے اور بعض تفسیریں بھی موجود ہوں اور بے شمار بندگانِ خدا ابتدا سے اس کو اپنی پنجگانہ نمازوں میں پڑھتے اور تلاوت کرتے اور نیز پڑھاتے چلے آئے ہوں اگر کوئی تاریخی کتاب ان سب صفتوں کی جامع دنیا بھر میں بجز قرآن شریف کے آپ کی نظر میں گزری ہے تو آپ اس کو پیش کریں اور اگر پیش نہ کرسکیں تو آپکی سزا وہی درد خجالت اور انفعال کافی ہے جو لاجواب رہنے کی حالت میں آپ کے عائد حال ہوگی۔'' (سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 128)

قرآن کی عظیم الشان حفاظت الٰہی پر ایک نشانی عربی زبان بھی ہے۔ قرآن کریم کی زبان کو بھی اللہ نے محفوظ رکھا اور نہ اسوقت گذشتہ الہامی کتب کی زبانیں اسی طرح محفوظ اور رائج الوقت اور عام نہیں ہیں۔ خدا نے نہ صرف اس زبان کو محفوظ رکھا بلکہ ترقی پر ترقی دی اور اس کا دائرہ اور بولنے والوں میں وسعت پر وسعت بخشی۔ ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ نزولِ قرآن کے بعد علمی عربی زبان میں تبدیلی بند ہوگئی۔ انگریزی زبان میں تو صرف تین چارسو سال گزرنے پر ہی چاسر (Chauser) اور شیکسپیئر (Shakespeare) کی کتابیں سمجھنے کے لئے زبان کی تشریح کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ مگر قرآن کی زبان سمجھنے کے لئے گذشتہ لغات کی ضرورت نہیں بلکہ جو شخص آج بھی علمی عربی پڑھتا ہے تو وہ قرآن کی عربی با آسانی سمجھ سکتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس موضوع پر فرماتے ہیں کہ ''اس وعدہ کے ایک حصے کو پورا کرنے کے لیئے قرآن کریم کی ظاہری حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو سامان کئے ہیں ان کا مطالعہ انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ جب تک قرآن کریم نازل نہ ہوا تھا، نہ عربی زبان مدون ہوئی تھی، نہ اس کے قواعد مرتب ہوئے تھے نہ لغت تھی نہ محاورات کا احاطہ کیا گیا تھا، مگر قرآن کریم کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے مختلف لوگوں کے دلوں میں القاء کر کے ان سب علوم کو مدون کروایا اور صرف قرآن کریم ہی کی حفاظت کے خیال سے علم صرف ونحو اور علم معانی وبیان اور علم تجوید اور علم لغت اور علم محاورہ زبان اور علم تاریخ اور علم قواعد، تدوین تاریخ اور علم فقہ وغیرہ علوم کی بنیاد پڑی اور ان علوم نے اسی قدر زیادہ ترقی حاصل کی جس قدر کہ ان علوم کی حفاظت کا قرآن کریم سے تعلق تھا۔ چنانچہ ظاہری علوم میں سے صرف ونحو اور لغت کا تعلق حفاظت قرآن کے ساتھ سب سے زیادہ ہے اور ان علوم کو اس قدر ترقی حاصل ہوئی ہے کہ یورپ کے لوگ اس زمانے میں بھی عربی صرف ونحو اور لغت کو سب زبانوں کی صرف ونحو اور لغت سے اعلیٰ اور زیادہ مدون خیال کرتے ہیں۔'' (دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 380)

کہتے ہیں کہ الفضل ماشهدت به الاعداء، اس اصول کے مطابق حفاظت قرآن کے بابت مستشرقین کا اعتراف درج کرنا بھی کافی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ ان فاضل اہل مغرب میں سے اکثر نے اپنی عمریں اسطرح پر خرچ کردیں کہ اس پاک اور حسین تعلیم میں خامیاں اور نقائص نکال سکیں مگر خدا نے ان کو ہر دور میں ناکام رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مخالف کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ''آپ کو خبر نہیں کہ دنیا میں جس قدر بڑے بڑے مخالف باعلم عیسائی یہودی مجوسی وغیرہ ہیں وہ قرآنی شہادتوں سے یعنی ان واقعات سے جو قرآن شریف نے اپنے زمانہ کے متعلق لکھے ہیں انکار نہیں کرسکتے۔ ہاں تعصب کی راہ سے بعض آیات کے معنے اور طور پر کر لیتے ہیں۔'' (سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 128-129)

حضرت مسیح موعودؑ نے عظمتِ قرآن کے منکر ایک آریہ کو مخاطب کر کے یہ گواہیاں بطور نمونہ درج فرمائی ہیں کہ ''پھر دیکھنا چاہئے کہ یہی صاحب دیون پورٹ اپنے رسالہ مذکورہ کے صفحہ 72 سے صفحہ 83 تک قرآن شریف کی بدیں الفاظ تعریف ومدح کرتے ہیں۔ چنانچہ اصل عبارت ان کی لکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔ مسلمان قرآن شریف کی ایسی عظمت کرتے ہیں کہ عیسائیوں نے اپنی انجیل کی کبھی ایسی تکریم ہوتے نہیں دیکھی قرآن شریف میں صرف احکام مذہبی وتہذیب اخلاق ہی کا ذکر نہیں بلکہ گبن صاحب کا قول ہے کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔ قرآن میں قوانین دیوانی وفوجداری وسلوک باہمی پائے جاتے ہیں اور وہ مسائل نجات روح وحقوق عامہ

وحقوق شخصی ونفع رسانی خلائق وغیرہ پر حاوی ہے منجملہ محاسن وخوبیوں قرآن کے جس پر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے وہ باتیں نہایت عمدہ ہیں اول قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جس میں خدائے تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا اور خوف آتا ہے۔ دوسرے قرآن تمام ان خیالات سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کئے جاسکتے ہیں اور اس کے تمام اصول ایسے ہیں جو کوئی ان میں سے خلاف عقل نہیں مگر افسوس کہ یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقعہ ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کو اتفاق ہے اور کوئی ایسی بات نہیں جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آوے فقط۔

یہ بیان قرآن شریف کی نسبت تو جان بورٹ صاحب کا ہے اور ایسا ہی کارلل صاحب اپنی کتاب کی جلد 6 صفحہ 214 میں لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ صادق کا کلام ہے اور صداقت سے پر ہے۔ اب دیکھئے کہ یورپ کے بڑے بڑے فلاسفر جن کے گھر میں گویا آج طبعی اور ہیئت نے جنم لیا ہوا ہے اور جو سورج اور چاند وغیرہ کی کیفیت آپ لوگوں سے بہتر جانتے اور سمجھتے ہیں وہ کس قدر قرآن شریف کے معقولانہ مسائل کے قائل اور مداح ہیں اور کیسی اپنی صاف طینتی کی وجہ سے صاف اقرار کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے مسائل علوم عقلیہ کے خلاف نہیں ہیں اور کوئی اس میں ایسا اعتقاد نہیں جو زبردستی ماننا پڑے پس جس حالت میں ایسے لوگ جو فلاسفی کے پتلے خیال کئے جاتے ہیں۔ قرآن شریف کے حکیمانہ طور وطریق کی کھلی کھلی شہادتیں دیتے ہیں تو پھر اگر آپ اے ماسٹر صاحب یا آپکا کوئی اور بھائی جن کی آنکھیں انہیں لوگوں کے علوم پڑھنے سے کچھ کچھ کھلی ہیں اور یہی لوگ آپ کے معلم اور استاد ہیں فضائل قرآنی سے انکاری رہیں تو اس سے قرآن شریف کا کیا نقصان ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر یورپ اور ایشیا کے تمام مخالف فضائل قرآنیہ سے انکار کرتے تو بھی کچھ نقصان کی بات نہ تھی آفتاب بہرحال آفتاب ہی ہے چاہے کوئی اس کی روشنی کا اقراری ہو یا نہ ہو مگر یورپ کے فاضل اور صاحب علم لوگ اس قدر قابل تحسین ہیں کہ انہوں نے بیسیوں کتابیں تالیف کر کے قرآن شریف کے بارہ میں شہادت حقہ کو ادا کردیا ہے اور باستثناء نیم ملاں پادریوں کی جو تنخواہیں پاکر اسلام سے عناد رکھتے ہیں باقی جس قدر واقعی دانا اور فلاسفر ہیں ان کے دلوں میں دن بدن محبت اسلام کی پیدا ہوتی جاتی ہے لیکن آپ لوگوں کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں کہ ناحق بموجب سراسر عناد اور بخل کی راہ سے نکتہ چینیاں کرتے ہیں۔'' (سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد194-195-196)

سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بحث کے بعد لکھتا ہے کہ

What we now have, though.......Since possibily corrected and modified by himself, is still his own.

ترجمہ: ''اب جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ گو یہ بالکل ممکن ہے کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے زمانہ میں خود اس کی غلطیاں درست کی ہوں۔ اور بعض دفعہ خود ہی اس میں بعض تبدیلیاں بھی کردی ہوں۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ یہ اب اس زمانہ تک وہی قرآن ہے۔ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں دیا تھا۔''

(THE LIFE OF MOHAMET by SIR WILLIAM MUIR Page 562)

2-وہ پھر لکھتا ہے کہ

We may upon the strongest presumption affirm that every verse in the Coran is genuine and unaltered composition of Mahomet himself. (THE LIFE OF MOHAMET by SIR WILLIAM MUIR Page 562)

ترجمہ'': ہم نہایت مضبوط قیاسات کی بنیاد پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں ہے وہ اصلی ہے۔ اور محمد (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر محرف تصنیف ہے۔''

......and conclude with at least a close approximation to the verdict of Von Hammer: That we hold the Coran to be as surely Mahomet's words, as the Mahometans hold it to be the word of God.

(THE LIFE OF MOHAMET by SIR WILLIAM MUIR Page 562-563)

ترجمہ: ''ہم وان ہیمر کے مندرجہ ذیل فیصلہ کے بالکل مطابق نہ سہی۔ کم سے کم اس خیال کے بہت موافق فیصلہ تک ضرور پہنچے ہیں۔ وان

ہیمر کا فیصلہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جو قرآن موجود ہے۔ہم ویسے ہی یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اصلی صورت میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا بنایا ہوا کلام ہے۔جس یقین سے کہ مسلمان کہتے ہیں کہ وہ خدا کا غیر مبدل کلام ہے۔''

3- پھر لکھا کہ

......and that there is otherwise every security internal and external, that we posses a text the same as that Mahomat himself gave forth and used.

(THE LIFE OF MOHAMET by SIR WILLIAM MUIR Page 561)

ترجمہ ''اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر ایک قسم کی ضمانت موجود ہے۔اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی۔کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے۔وہی ہے جو خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔''

4- نولڈکی کا قول ہے۔

Slight clerical errors there may have been, but the Quran of Othman contains none but genuine elements, though sometime in very strong order. Efforts of European scholarsto prove the existance of later interpolation in the Quran have failed.

(Incylopedia Britanica Volume 15 Edition 11th under word KORAN)

ترجمہ ''ممکن ہے کہ تحریری معمولی غلطیاں (طرز تحریر) ہوں تو ہوں۔لیکن جو قرآن عثمانؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اس کا مضمون وہی ہے۔جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیش کیا تھا۔گو اس کی ترتیب عجیب ہے۔یورپین علماء کی یہ کوششیں کہ وہ ثابت کریں کہ قرآن میں بعد کے زمانہ میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔بالکل ناکام ثابت ہوئی ہیں۔''

5- میور نے نہایت حسرت کے الفاظ میں بات یہاں ختم کی ہے۔

To compare (as the Moslems are fond of doing) their pure text with the various readings of our Scriptures, is to compare things between which there is no analogy.

(THE LIFE OF MOHAMET by SIR WILLIAM MUIR Page 558)

ترجمہ ''مسلمانوں کی بالکل پاک اور غیر تبدیل شدہ کتاب اور ہماری کتب کے مختلف نسخوں کے باہمی اختلاف کا مقابلہ کرنا (اور اس بات کا مسلمانوں کو شوق بھی بہت ہے) بالکل ایسا ہی ہے۔جیسے دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کیا جائے جن میں باہمی کوئی بھی مشابہت نہیں۔''

یہ تو ظاہری حفاظت کا معاملہ ہے۔حفاظت کی اقسام کے موضوع پر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''اب حفاظت دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو حفاظت ظاہری اور ایک حفاظت معنوی جب تک دونوں قسم کی حفاظت نہ ہو کوئی چیز محفوظ نہیں کہلا سکتی .... ایک کتاب جس کے اندر لوگوں نے اپنی طرف سے کچھ عبارتیں زائد کر دی ہوں یا اس کی بعض عبارتیں حذف کر دی ہوں یا جس کی زبان مردہ ہو گئی اور کوئی اس کے سمجھنے کی قابلیت نہ رکھتا ہو یا جو اس غرض کے پورا کرنے سے قاصر ہو گئی ہو جس کے لئے وہ نازل کی گئی تھی محفوظ نہیں کہلا سکتی کیونکہ گو اس کی حفاظت بھی صرف معنی کی حفاظت ہی کے لئے کی جاتی ہے پس قرآن کریم کی حفاظت سے مراد اس کے الفاظ اور اس کے مطالب دونوں کی حفاظت ہے''۔(دعوۃ الامیر،انوار العلوم جلد 7 ص 380)

خدا تعالیٰ نے اس معنوی حفاظت کے میدان کو بھی تشنہ نہ چھوڑا اور گذشتہ چودہ سو سال میں کوئی وقت بھی ایسا نہ گزرا کہ جس میں ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نہ کوئی روحانی فرزند اپنی تمام خداداد طاقتوں اور استعدادوں کے ساتھ اس راہ میں مصروفِ عمل نظر نہ آتا ہو۔ان محافظین قرآن کو ان کے کام اور وقت کے لحاظ سے نام اور خطاب تو مختلف ملے مگر سب کا مشترک مقصد اس کتاب کی حفاظت ہی تھا۔اس کی ہر طرح کی حفاظت کے لئے انھوں نے ہر طرح کے فتنوں کا قلع قمع کیا اور اس کتاب کے درست اور حقیقی معانی عوام الناس تک پہنچاتے رہے اور غلط معانی کی درستگی کرواتے رہے۔ان سب محافظینِ قرآن کا سردار خدا نے مسیح موعود کی شکل میں کھڑا کیا جس نے آ کر بڑے عظیم الشان اعلانات کئے اور حفاظتِ قرآن کا حق ادا کر دیا۔آپ نے اعلان عام کیا کہ قرآن کی کوئی آیت ،کوئی نقطہ ،حتیٰ کہ

اسکا کوئی شعشہ بھی منسوخ یانا قابلِ عمل نہیں ہے بلکہ قرآن کریم مکمل محفوظ اور خدا کی طرف سے تاقیامت قابلِ عمل تعلیم کا مجموعہ ہے۔آپ علیہ السلام نے بطور حکم اور عدل اعلان کیا کہ

وبان القرآن المجید بعد رسول الله محفوظ من تحریف المحرفین وخطأ المخطئین.

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 21)

ترجمہ: اور اس وجہ سے کہ قرآن مجید آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب تک تحریف کرنے والوں کی تحریف اور خطا کاروں کی خطاؤں سے پاک ہے۔

آپ نے جلالی الفاظ میں چیلنج دیا کہ

''..........ہم نے منکرین کو ملزم اور رسوا کرنے کے لئے جا بجا بصراحت لکھ دیا ہے اور باآواز بلند سنا دیا ہے کہ اگر کوئی برہمو قرآن شریف کے کسی بیان کو خلافِ صداقت سمجھتا ہے یا کسی صداقت سے خالی خیال کرتا ہے تو وہ اپنا اعتراض پیش کرے۔ہم خدا کے فضل سے اس کے وہم کو ایسا دور کریں گے کہ جس بات کو وہ اپنے خیالِ باطل میں ایک عیب سمجھتا تھا اس کا ہنر ہونا اس پر آشکار ہو جائے گا۔(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 327 حاشیہ)

آپؑ نے نوایجاد فلسفے سے مرعوب ہو کر قرآنی صداقتوں میں تاویل کرنیوالے ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمایا۔''آپ کو یاد رہے کہ قرآن کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی اولین اور آخرین کے فلسفہ کے مجموعی حملہ سے ذرہ سے نقصان کا اندیشہ نہیں رکھتا۔وہ ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرے گا اس کو پاش پاش کرے گا۔اور جو اس پر گرے گا۔وہ خود پاش پاش ہو جائے گا''(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 257 بقیہ حاشیہ)

حضرت مسیح موعودؑ نے حفاظتِ معنوی اور اپنے خداداد منصب کا حق ادا کرتے ہوئے ہر طرح کے معترضین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''اگر آپ لوگ کوئی بھاری صداقت لئے بیٹھے ہیں جس کی نسبت تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے کمال جانفشانی اور عرق ریزی اور موشگافی سے اُس کو پیدا کیا ہے اور جو تمہارے گمان باطل میں قرآن شریف اس صداقت کے بیان کرنے سے قاصر ہے تو تمہیں قسم ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر وہ صداقت ہمارے روبرو پیش کرو۔تا ہم تم کو قرآن شریف میں سے نکال کر دکھلا دیں۔مگر پھر مسلمان ہونے پر مستعد رہو۔اور اگر اب بھی آپ بدگمانی اور بک بک کرنا نہ چھوڑیں اور مناظرہ کا سیدھا راستہ اختیار نہ کریں۔تو بجز اس کے اور کیا کہیں کہ لعنة الله علی الکاذبین.''

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 227 حاشیہ)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ

''بلکہ ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو۔اور اس سے بہتر ہو۔تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو طیار ہیں''۔(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول بقیہ حاشیہ درحاشیہ نمبر 2 ص 298 سطر 8 تا 11)

پھر حضرت مسیح موعودؑ کے بعد خدا نے قدرتِ ثانیہ کے ظہور کے طور پر خلافت کا نظام قائم فرمایا خدا کی جانب سے کھڑے کئے جانے والے یہ مسیح موعودؑ کے خلفاء بھی محافظینِ قرآن کے سلسلہ کا ہی حصہ ہیں۔ان الٰہی وجودوں نے اپنے اپنے ادوار میں حفاظتِ قرآن کی ڈیوٹی نبھائی۔بلکہ حفاظتِ قرآن کے منکروں کو باآوازِ بلند چیلنجز بھی دیتے رہے۔یہاں نمونۃً حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اقتباس درج ہے۔حضورؓ فرماتے ہیں۔

''میرے نزدیک قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کا ایک ایک لفظ اسی طرح محفوظ ہے جس طرح کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور یہ بات میں صرف عقیدۃً ہی نہیں مانتا بلکہ اس بات پر مجھے کامل یقین ہے اور یہ یقین اس امر کا نتیجہ نہیں کہ میں مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا ہوں بلکہ اس یقین کی بناء دلائل اور عینی شواہد پر ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر اس شخص کے اعتراضات کا جواب دے سکتا ہوں جو قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا منکر ہو خواہ وہ اعتراضات عقلی ہوں یا نقلی''۔(اسلام پر پروفیسر رام دیو کے اعتراضات کا جواب انوار العلوم جلد پنجم صفحہ 365)

خدا تعالیٰ نے نزولِ قرآن سے لے کر آج تک اس کتاب کی ظاہری اور معنوی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا تھا اس کے بکمال ایفاء کا حال تو ہمارے سامنے آ گیا مگر اب بھی کسی کو اس قرآن کی حفاظت پر شبہ ہو تو وہ حضرت مسیح موعودؑ کے بیان فرمودہ اس انقلاب آفرین اصول علم الکلام کی رو سے پہلے اپنی الہامی کتاب کا محفوظ ہونا ثابت کرے۔کیونکہ اس وقت تک کسی دوسرے کی طرف کوئی الزام منسوب کرنا ہرگز درست نہیں جب تک کہ وہی اعتراض خود اپنے پر پڑ رہا ہو۔اس اصول کے مطابق کسی بھی اور کتاب کا ماننے والا قرآن کی ظاہری یا معنوی حفاظت وثقاہت پر اعتراض نہیں کر سکتا ہے۔کیونکہ اس سے قبل اسے اپنی کتاب کی حفاظت کا کم از کم

وہ معیار ثابت کرنا ہوگا جو قرآن کریم کو حاصل ہے۔اور اس قدر اعلیٰ حفاظتی معیار والی اور حفاظت کے خدائی وعدوں کی حامل کتاب اس وقت روئے زمین پر صرف اور صرف قرآن حکیم ہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر دلائل اور براہین کی قوت کے ساتھ عظمت وحفاظت قرآن کا دعویٰ فرمایا اس میں آپ کی عظیم الشان فتوحات کے نظارے وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوتے رہے یہاں وقت کی رعایت کے ساتھ صرف ایک نشان کا ذکر کرنا کافی ہوگا۔آپ علیہ السلام نے ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار مفید الاخیار دیا اور ساتھ انعام کا بھی اعلان کیا۔اب آپ کی زندگی میں کوئی بھی اس انعام کو لینا نظر نہیں آتا اور نہ آپ کے بعد کسی میں اس کو قبول کرنے کی ہمت ہے۔جو بلاشبہ آپؑ کے دلائل کی فتح پر دآل ہے۔اور ثابت کرتا ہے کہ قرآن کے مخالفین صرف اور صرف چند بے حقیقت اور لایعنی باتیں اٹھا کر قرآن کے متعلق اعتراضات کرتے ہیں۔اور اگر ایسا نہیں تو انہیں اس مندرجہ ذیل اقتباس اب پھر غور سے پڑھ لینا چاہئے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا

''ہم اس بارہ میں قرآن شریف کے اصولوں کے منکرین کو ایک نیک صلاح دیتے ہیں اگر ان کو اصول اور تعلیماتِ قرآنی پر اعتراض ہو تو مناسب ہے ،کہ وہ اول بطور خود خوب سوچ کر دو تین ایسے بڑے سے بڑے اعتراض بحوالہ آیاتِ قرآنی پیش کریں جو ان کی دانست میں سب اعتراضات سے ایسی نسبت رکھتے ہوں جو ایک پہاڑ کو ذرہ سے نسبت ہوتی ہے یعنی ان کے سب اعتراضوں سے ان کی نظر میں اقویٰ اور اشد اور انتہائی درجہ پر ہوں جن پر انکی نکتہ چینی کی پرزور نگاہیں ختم ہوگئی ہوں اور نہائت شدت سے دوڑ دوڑ کر انہیں پر جاٹھہری ہوں سو ایسے دو یا تین اعتراض بطور نمونہ پیش کر کے حقیقتِ حال کو آزما لینا چاہئے کہ اس کے تمام اعتراضات کا با آسانی فیصلہ ہو جائیگا کیونکہ اگر بڑے اعتراض بعد تحقیق ناچیز نکلے تو پھر چھوٹے اعتراض ساتھ ہی نابود ہو جائیں گے اور اگر ہم ان کو کافی وشافی جواب دینے سے قاصر رہے اور کم سے کم یہ ثابت نہ کر دکھایا کہ جن اصولوں اور تعلیموں کو فریق مخالف نے بمقابلہ ان اصولوں اور تعلیموں کے اختیار کر رکھا ہے وہ ان کے مقابل پر نہایت درجہ رذیل اور ناقص اور دور از صداقت خیالات ہیں۔تو ایسی حالت میں فریق مخالف کو درحالت مغلوب ہونے کے فی اعتراض پچاس روپیہ بطور تاوان دیا جائے گا۔لیکن اگر فریق مخالف انجام کار جھوٹا نکلا اور وہ تمام خوبیاں جو ہم اپنے ان اصولوں یا تعلیموں میں ثابت کر کے دکھلا دیں بمقابل انکے وہ اپنے اصولوں میں ثابت نہ کر سکا۔تو پھر اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اسے بلا توقف مسلمان ہونا پڑے گا اور اسلام لانے کے لئے اول حلف اٹھا کر اسی عہد کا اقرار کرنا ہوگا اور پھر بعد میں ہم اس کے اعتراضات کا جواب ایک رسالہ مستقلہ میں شائع کرا دیں گے اور جو اس کے بالمقابل اصولوں پر ہماری طرف سے حملہ ہوگا اس حملہ کی مدافعت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ بھی ایک مستقل رسالہ شائع کرے اور پھر دونوں رسالوں کے چھپنے کے بعد کسی ثالث کی رائے پر یا خود فریق مخالف کے حلف اٹھانے پر فیصلہ ہوگا جس طرح وہ راضی ہو جائے لیکن شرط یہ ہے کہ فریق مخالف نامی علماء میں سے ہو اور اپنے مذہب کی کتاب میں مادہ علمی بھی رکھتا ہو اور بالمقابل ہمارے حوالہ اور بیان کے اپنا بیان بھی بحوالہ اپنی کتاب کے تحریر کر سکتا ہو۔تا ناحق ہمارے اوقات کو ضائع نہ کرے۔اور اگر اب بھی کوئی نامنصف ہمارے اس صاف صاف منصفانہ طریق سے گریز اور کنارہ کر جائے اور بدگوئی اور دشنام دہی اور توہین اسلام سے بھی باز نہ آوے تو اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ وہ کسی حالت میں بھی اس لعنت کے طوق کو اپنے گلے سے اتارنا نہیں چاہتا کہ جو خدا تعالیٰ کی عدالت اور انصاف نے جھوٹوں اور بے ایمانوں اور بدزبانوں اور بخیلوں اور متعصبوں کے گردن کا ہار کر رکھا ہے،والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ'' (سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 313-314)

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سپین میں وقفِ عارضی کی تحریک

......''یورپ کے بہت سے احمدی سیر کرنے بھی سپین جاتے ہیں یا مختلف جگہوں پر جاتے ہیں۔اگر ادھر اُدھر جانے کی بجائے سپین کی طرف رخ کریں تو زیادہ بہتر ہوگا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ تحریک فرمائی تھی کہ سپین میں وقفِ عارضی کے لئے جائیں۔سیر بھی ہو جائے گی اور اللہ کا پیغام پہنچانے کا ثواب بھی مل جائے گا۔تو اس طرف میں احمدیوں کو دوبارہ متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے ملکوں کے امراء کے ذریعہ سے جو اس طرح وقفِ عارضی کر کے سپین جانا چاہتے ہیں،امراء کی وساطت سے وکالتِ تبشیر میں اپنے نام بھجوائیں....'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 28 جنوری 2005ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

کی مجلسِ عرفان

خاکسار کو ایم ٹی اے پر ایک مجلس عرفان ''ملاقات پروگرام'' منعقدہ 18 نومبر 1994 حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا جس میں خاکسار کے ایک سوال کے جواب میں حضور نے جو تفصیلی جواب ارشاد فرمایا اسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ سوال حضرت محی الدین ابنِ عربی کے کشف کے بارہ میں تھا جس میں انہوں نے دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور ان سے پہلے بہت آدم گذر چکے ہیں نیز کیا وہ سب نبی ہی تھے۔ (مدیر اعلیٰ)

''آپ (حضرت محی الدین ابنِ عربی) نے کشفاً دیکھا کہ طواف کر رہے ہیں۔ کچھ ایسے آدمی جو اجنبی سے لگتے ہیں اور وہ ایک گانا گا رہے ہیں جس میں یہ ہے کہ ہم اس طرح طواف کیا کرتے تھے اور جو الفاظ ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بہت قدیم زمانہ کے لوگ ہیں۔ تو حضرت ابنِ عربی نے اُن سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کیا آدم کی اولاد ہو تو انہوں نے کہا کہ تم کس آدم کی بات کر رہے ہو۔ آدم تو بہت پیدا ہوئے ہیں اور ہم اتنے پرانے آدم کی اولاد ہیں اور ہم بھی اسی طرح طواف کیا کرتے تھے جس طرح تم لوگ کر رہے ہو۔ تو اس پر حضرت ابنِ عربی یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس پر مجھے ایک حدیث یاد آ گئی جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدم کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے زیادہ ہے۔ یہ ہے وہ ساری روداد، الفاظ وہ نہیں لیکن مفہوم یہی ہے۔ ابنِ عربی کو ایک حدیث یاد آتی ہے اس حدیث کی کوئی سند بیان نہیں ہوئی۔ ان کا ذہن اس طرف گیا ہے۔ احادیث کی کتب میں وہ حدیث ملتی نہیں۔

یہ ایک کشفی نظارہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ کشف میں یہ بات یاد آئی ہو۔ دراصل آدم کے دو معانی ہیں۔ اور وہ جو انسانی ارتقا میں ایک اہم کردار کرنے والا وجود ہے جس کے بعد انسانی صلاحیتوں میں نمایاں فرق پڑا ہو یہاں تک کہ پہلے دور سے اس دور کے انسان کو ممتاز اور الگ کر دے۔ یہ واقعات دنیا میں بہت جگہ ہوئے ہیں۔ پہلا آدم جو پیدا ہوا اس کے متعلق کہتے ہیں وہ پورا آدم نہیں تھا بلکہ وہ ایک کھڑا ہو جانے والا جاندار کہہ سکتے ہیں جو کچھ کچھ آدم کے مشابہ تھا۔ پھر وہ آدم پیدا ہوا جو سیدھا چلتا بھی تھا اور اس کا دماغ بھی ایک دم بڑا ہوتا دکھائی دیا ہے۔ اس کے دماغ کی جو کیوٹی (Cavity) ہے وہ اتنی بڑی ہے، پہلے کے مقابل پر کہ اچانک یوں لگتا ہے کہ جیسے غیر معمولی دماغ بھر دیا گیا ہو۔ اس کے درمیان وہ جو مختلف قسم کی سیڑھیاں بنی ہیں یا منازل میں سے وہ ترقی کرنے والا جانور گذرا ہے اس کے کوئی ثبوت ابھی ان کو نہیں مل سکے۔ جو بھی انہوں نے پرانی لاشیں دریافت کی ہیں وہ عام طور پر اُس آدم کے بعد کی ہیں جن کے متعلق ان کا خیال ہے کہ اس شخص سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اب ہمیں اس آدمی کا پتلا ملا جو ہم سمجھتے تھے کہ لاکھ سال پہلے کا ہے۔ تو چھوٹے چھوٹے فرق ہیں لیکن آدم سے مراد یہ لوگ وہی لیتے ہیں کہ ایک انسان جس کے آنے کے بعد پہلی زندگی کی شکلوں میں اور انسان کی ظاہر ہونے والی شکلوں کے درمیان غیر معمولی فرق پڑا ہے اور اتنا نمایاں کہ اس کو ہم منازل کی صورت میں حل نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں یہ فرماتا ہے کہ ہم نے طباقاً پیدا کیا ہے اور وہ منازل ایسی ہیں جن کا ریکارڈ رکھنا اہمیت نہیں رکھتا تھا اس لئے وہ ضائع ہو گئی ہوں۔ اگر ایک کروڑ سال میں یہ واقعہ ہوا ہو تو ایک کروڑ سال میں ایسے ایک لاکھ آدم کا پیدا ہونا کوئی بعید از قیاس نہیں۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ غالباً ایک کروڑ سال سے کم عرصہ میں ہوا ہے یعنی کھڑے ہونے والے انسان سے مشابہ جانور اور ان کے درمیان کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ اس کے درمیان اگر ایک ہی لائن میں سو منازل والے آدم بھی پیدا ہو جائیں تو سوا دس بارہ لاکھ سال کا فاصلہ ہوگا۔ اس سے زیادہ نہیں بتاتے مگر یہ معین ابھی تک نہیں ہو سکا۔ تحقیق ہوتی ہے تو نئی چیزیں دریافت ہوتی ہیں۔ مگر یہ فاصلہ اتنیل یہ ہے کہ یہ ترقی صرف ایک دائرے میں ایک ملک میں محدود تھی یا پہلا آدم جو بنا ہے اس کی اولاد منتشر ہو کے دنیا میں پھیل چکی تھی اور ساری دنیا میں نہ سہی مختلف خطوں میں جا چکی تھی تو اس کے اندر ترقی جاری رہی ہو گی اور کئی قسم کے نئے رجحانات پیدا ہوئے ہوں گے۔ اگر یہ مانا جائے تو پھر اور بھی بہت سی منازل بیچ میں ابھرتی ہیں اور پھر ایک اور بات کو اگر ترقی کا تصور یا منزل کا تصور بہت بڑا ہو اور اتنی بڑی تبدیلی اچانک حادثاتی دکھائی دے۔ تو ایسی تبدیلیوں کا نسبتاً کم امکان ہوتا ہے، لمبا عرصہ چاہیئے۔ لیکن بعض چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں جلدی بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اب انہوں نے ایک جزیرے پر جو باقی دنیا سے الگ تھلگ تھا اس میں بعض پرندوں کی ارتقائی کیفیات کا مطالعہ کیا ہے تو پتہ چلا کہ ایک لائف ٹائم کے اندر بھی بعض ارتقائی صورتیں بعض خاص حالات کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ تو اس لئے ارتقاء کی رفتار کا تصور بھی الگ الگ ہو گیا ہے۔ ہر منزل کا

جو آغاز ہے وہ جس انسان سے ہوا اسے اس پہلو سے آدم کہا جا سکتا ہے۔تو آدم بہت کثرت سے ایک لائن میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں اور آگے مختلف دنیا میں پھیل گئے۔وہاں کے حالات، وہاں کے طبعی اور جغرافیائی حالات کے اثر کے نیچے ان کی تبدیلیاں پہلی جگہوں کی تبدیلیوں سے مختلف ہو سکتی ہیں۔اب اس صورت پہ جب غور کریں تو چین کے جو نقوش ہیں اور ان کی رنگت اور بعضوں کے مزاج وہ یورپ کے نقوش اور رنگت اور مزاج سے کتنے مختلف ہیں۔افریقہ اور یورپ کے درمیان بہت بڑا فرق دکھائی دیتا ہے۔ایبورجنیز (Aborignise) میں اور دوسروں میں تخلیقی فرق بھی دکھائی دیتا ہے۔ان کی سرشت میں بعض تبدیلیاں ایسی داخل ہوئی ہیں کہ جو فوراً تو نہیں ہو سکتیں۔ایک لمبے عرصہ میں پیدا ہوئی ہیں کہ ان کی شکلیں اور ان کا ڈھانچہ پہچانا جاتا ہے۔جاپانیوں کا ایک مزاج ایک شکل ہے۔اور ان سب Groups کے بعید زمانے میں کسی ایک آدم کا امکان روشن ہوتا ہے اور پھر ان کے اندر ڈویژن ہو کر مختلف علاقوں میں اور مختلف قوموں میں الگ الگ آدم پیدا ہونے کا امکان بالکل واضح اور معقول دکھائی دیتا ہے۔

اسی طرح افریقہ ہے۔وہاں بھی تو رنگ سے آپ کہتے ہیں کہ یہ افریقن ہیں، ان کا رنگ الگ ہے لیکن ان کے نقوش میں بڑا فرق ہے۔گیمبیا کا افریقن اور ہے، گھانا کا اور ہے اور وسطی افریقہ کا جو افریقن ہے اس کی بالکل ساخت مختلف ہے۔پھر سوڈان کی طرف آجائیں اور ایبے سینا کی طرف تو وہاں سب نقوش بدل جاتے ہیں۔اس لئے پھر ایسٹ افریقہ کے قبائل کی جو طرز ہے ان کی ہڈیوں کی ساخت بالکل مختلف ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی آدم پیدا ہونے کا سلسلہ جاری رہا ہے اور اسی کے نتیجہ میں مختلف قسم کے کریکٹرز (Characters) فکس (Fix) ہو گئے ہیں اور چھوٹی چھوٹی ارتقائی شاخیں نکلتی رہی ہیں۔اگر وہ حدیث ہے ایک لاکھ والی جو کشف میں دکھائی گئی ہے تو درست ہی ہو گی خواہ اس کی سند ملے یا نہ ملے تو پھر یہ نتیجہ نکالنا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ کی مراد ایسے آدمیوں سے تھی جو مختلف قوموں میں مختلف زمانوں میں مختلف سنگِ میل کی صورت میں ظاہر ہوتے رہے اور تخلیقی تبدیلیاں جو واقع ہوتی رہی ہیں ان کے سر وہ کھڑے رہے۔ان سے آگے پھر ایک نسل کی شناخت ہونی شروع ہوئی۔

کوئی اس تشریح سے اتفاق کرے تو مسئلہ کوئی نہیں رہ جاتا۔ایک لاکھ کا پیدا ہونا بالکل معمولی بات ہے۔لیکن ایک لاکھ مذاہب کا آغاز سے الگ پیدا ہونا اس کا کوئی ثبوت قرآنِ کریم سے نہیں ملتا۔اور نہ مذاہب کی تاریخ میں اس کی کوئی دلیل موجود ہے یعنی اس کا ریکارڈ کوئی موجود دکھائی نہیں دیتا۔اور بنیادی طور پر ایک ہی پیغام ملتا ہے کہ ''مخلص ہو کر اللہ کی عبادت کرو، نماز قائم کرو اور زکوۃ دو''۔تو یہ جو پیغام ہے یہ قرآنِ کریم کی رو سے اس آدم کے وقت سے جس کو قرآن کریم کہتا ہے کہ ہم نے مذہب کے لئے اختیار کیا ہمیشہ کے لئے چُن لیا گیا ہے تو اس میں لاکھ الگ انبیاء کا الگ الگ کتب لے کر الگ الگ شریعتیں لے کر آنے کا تصور نہیں ہے۔اب رہا سوال کہ وہ جو اس آدم سے بہت پہلے پیدا ہوئے ہوں اور مختلف آدم تھے ہو سکتا ہے کہ ان کا زمانہ دو لاکھ سال پہ پھیلا ہو یا پانچ لاکھ سال پہ پھیلا ہو۔ان کو بھی کوئی پیغام ملا تھا کہ نہیں؟ میرے نزدیک ان کو بھی ان کی توفیق کے مطابق کوئی شرعی پیغام ضرور ملا ہے لیکن وہ نسبتاً سادہ تھا اور الہام کے علاوہ تھا کیونکہ قرآن کریم میں جو تصور پیش کیا ہے نبوت کا اور کتاب کا اس کا کوئی ثبوت کہیں اور دکھائی نہیں دے رہا لیکن آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث میں اس مسئلہ کا حل موجود ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ رویاء مبشرہ صادقہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔اس کا مطلب ہے کہ آغاز رویاء صادقہ سے ہوتا ہے۔ترقی کرتے کرتے نبوت تک پہنچتی ہے، یعنی الہام شریعت اور الہامِ ماموریت شروع ہو جاتا ہے۔

یہ جو واقعہ حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے اس کا مجھے تجربہ آسٹریلیا میں ہوا جب میں نے آسٹریلین کے اپنے لیڈر سے ملاقات کی اور بہت گہری تشخیص کے بعد یہ بات نکلی کہ ان کے مذہب کی بنیاد خوابوں پر ہے اور ان کا مذہب چالیس ہزار سال پرانا ہے اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سارے آسٹریلیا میں چھ سو سے زائد ایسے نشان ان کو مل چکے ہیں جن سے قطعی طور پر یہ ثابت ہے کہ وہ 600 زبانیں بولنے والے الگ الگ لوگ تھے اور اس کے علاوہ اور بہت سے تھے جو چالیس ہزار سال میں نابود ہو گئے۔لیکن یہ جو چھ سو تھے ان کا آپس میں کوئی رابطہ نہیں تھا۔ان کی آپس میں کوئی مشترک زبان نہیں تھی جس پر ایک دوسرے کو پیغام پہنچاتے لیکن ان کا ہر مذہب بنیادی طور پر ایک ہی ہے۔ایک ذرے کا فرق نہیں اور وہ یہی ہے کہ کائنات کی ایک طاقت ہے جو رویاء کے ذریعہ ہم سے رابطہ رکھتی ہے اور ہماری رہنمائی کرتی ہے۔چونکہ یہ خوابوں پر زور دیتے ہیں اس لئے کئی مغربی محققین نے اپنی سادگی میں ان کو Day Dreamer قرار دے دیا۔میں بھی یہ پڑھ کے گیا تھا حیران تھا کہ Day dream کیوں کہتے ہیں۔تو وہ سمجھتے تھے کہ ان کو یونہی خوابیں آتی رہتی ہیں کیونکہ سب سست ہیں نکمے ہیں اس لئے Day Dreaming ان کی عادت ہے۔حالانکہ تحقیق سے پتہ لگا کہ بالکل غلط بات ہے۔اُن کی خوابوں کا ایک نظام ہے Interpret یعنی تشریح کرنے والے ان میں بزرگ موجود ہیں۔اور یہ ثبوت پیش کرتے رہے جس طرح ہم اپنے مذہب کی صداقت کے ثبوت پیش کرتے ہیں۔ان کی خوابوں میں جو پیغام ہے وہ مستقبل میں اسی طرح پورے ہوتے ہیں۔

ہم کیوں نہ مانیں، اس کا نام کوئی وہم رکھتا ہے تو بیوقوفی کرے بے

شک۔ہمیں پورا یقین ہے کیونکہ ہم شواہد رکھتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ تمام اہم امور میں ہم توجہ کرتے ہیں، دعا کا لفظ تو انہوں نے نہیں بولا، لیکن ہم توجہ کرتے ہیں اور وہ عالمی طاقت جو کائنات کی روح ہے وہ خوابوں کے ذریعہ ہم میں سے کسی سے رابطہ کرتی ہے اور جب وہ اپنے علماء کو (اس کا نام بھی علماء تو نہیں رکھا لیکن اپنے بڑے جو ان باتوں کے ماہر ہیں) بتاتے ہیں تو وہ پھر اس کی تشریح کرتے ہیں۔اور اس میں ہمارے لئے پیغام ہوتا ہے کہ تمہیں کیا کرنا ہے یا آئندہ کیا ہونے والا ہے۔تو یہ جو آدم ہیں ان آدموں میں خوابوں کے ذریعہ مذاہب کا آغاز کرنے والے بے شمار ہوں گے کیونکہ آسٹریلیا کے ہر خطہ میں اگر یہی مذہب ہے تو لازماً ہر خطے کے آدم نے اپنا اپنا خدا سے تعلق قائم کیا ہوگا۔جس کا خدا سے تعلق قائم ہوا اس کو خوابوں کے ذریعہ وہ پیغام دیا گیا جو سارے براعظم میں ہر طرف پھیلے ہوئے لوگوں کو دیا گیا ہے۔یہ چیز ان کو ابھی تک حیرت زدہ کئے ہوئے ہے۔سمجھ نہیں آتی ہوا کیسے یا ہو کیسے سکتا ہے۔پرتھ سے لے کر سڈنی تک بلکہ اس سے آگے تک جہاں کنارہ چلتا ہے، تین ہزار میل کا فاصلہ ہے اور بیچ میں صحرا حائل ہیں۔بہت سارے خطے ایسے ہیں جن کو عبور نہیں کیا جا سکتا۔اس میں الگ الگ علاقوں پر لوگ قابض تھے۔ہر قوم اپنے علاقہ کی بادشاہ تھی۔اور ہر قوم انصاف پسند اور امن پسند تھی اور کوئی آپس میں لڑائیاں نہیں ہوئیں، جگہوں کی خاطر یا خطے کی خاطر۔قدرت نے ان کے لئے جو اگایا ہوا تھا وہ اس پر قانع تھے۔اس کے باوجود جہاں بھی آپ ان سے سوال کریں ایک ہی جواب دیتے ہیں کہ خوابوں کے ذریعہ ہمیں مذہب کا پتہ چلا کہ وہ کائنات کی روح اور عالمی طاقت خدا ہے۔وہ ہم سے رابطہ پیدا کرتی رہی۔چھ سو تو کہتے ہیں کہ موجود ہیں، ہزاروں ہوں گے جو غائب ہو گئے۔صاف پتہ چلا کہ اتنے آدم تو تھے وہاں۔

گوئٹے مالا کے ریڈ انڈین سے میں نے رابطہ کیا۔وہاں کے جو ریڈ انڈین ہیں انہوں نے بتایا کہ (ان کے چوٹی کے لیڈر بڑی دور سے سفر کر کے آئے تھے جن کو خاص طور پر دعوت دی گئی تھی اور وہ ملنے کے لئے آئے) زمین کی ایک روح ہے جو ہم سے رابطہ رکھتی ہے اور اس سے ہمارا، ہمارے مذہب کا اور ہماری زندگی کی اقدار کا آغاز ہوا ہے۔اور عجیب بات ہے کہ اُن سب کو انہوں نے کیتھولک بنا دیا تھا۔بڑا پادری جو کافی اہمیت رکھتا ہے اور لکھنے والا بھی ہے، بہت شریف النفس انسان اس نے ہماری مدد کی تھی، ورنہ ہم ان کو بلا ہی نہ سکتے تھے، ان تک پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔وہ لے کر آیا ہوا تھا۔اس کی موجودگی میں میں نے ان سے سوال کئے کہ بتاؤ تمہارا مذہب کیا ہے؟ تو وہ بیچارہ پادری بہت ہی شرمندہ اور خفت محسوس کر رہا تھا کیونکہ اس کے سامنے وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور خدا کا بیٹا ہونے کا انہوں نے ذکر بھی نہیں کیا کہ وہ عیسائی ہیں، کیتھولک ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ایک خدا کی روح ہے جو زمین میں ہے۔ساری زمین کی ایک روح ہے اور اس کا مطالبہ ہم سے یہ ہے کہ زمین کو تبدیل نہ کرو۔اس لئے یہ جتنے مغربی ہیں یہ شیطان کے نمائندہ ہیں، مخالف طاقت کے اور یہ زمین کو تبدیل کر رہے ہیں اور یہ ہماری سب سے بڑی تذلیل کر رہے ہیں اور ہمارے مذہب میں دخل اندازی کر رہے ہیں جس کے نتیجہ میں دنیا میں ضرور فساد برپا ہوگا۔کیونکہ ہمیں پیغام یہ ہے کہ اگر تم نے زمین کو تبدیل کیا تو اس کے نتیجہ میں تباہی آئے گی۔انہوں نے ہمارے نقشے بگاڑ دیئے اور ہمیں دھکیل دھکیل کر چھوٹی جگہوں میں لے گئے۔یہ سارا مضمون انہوں نے چیف پادری صاحب کی موجودگی میں بیان کیا۔تو مذہب ان کا ابھی بھی وہی ہے، نام چاہے کیتھولک رکھ لیں۔وہ کروڑوں ہیں۔ایسے لوگ جو کیتھولک ہیں یا دوسرے عیسائی فرقوں کے عنوانات کے تابع شمار ہو رہے ہیں لیکن عملاً ان کا مذہب وہی ہے جو پہلے سے ہے۔تو ان کے بھی آدم ہوتے رہے ہیں، پس شمار کریں کتنے ہوتے ہیں''۔

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ایک دوسرے کی کمزوریاں تلاش نہ کریں

''پھر انفرادی طور پر برادریوں میں بعض لوگوں کو ایک دوسرے کی کمزوریاں تلاش کرنے کی عادت ہوتی ہے تا کہ ان کی بدنامی کی جائے، بعض ظالم تو اس طرح بعضوں کی کمزوریاں تلاش کر کر کے یا نہ بھی کمزوری ہو تو باتیں پھیلا کر رشتے تڑوانے سے بھی دریغ نہیں کرتے، اس سے بھی باز نہیں آتے۔دوسرے فریق کو جا کر بعض دفعہ جہاں رشتے کی بات چل رہی ہو اس طرح غلط بات کہہ دیتے ہیں کہ اگلا پھر فکر میں پڑ جاتا ہے کہ رشتہ کروں بھی یا نہ۔مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح لڑکی والوں کو تکلیف میں ڈالا جائے۔بعض لوگ صرف عادتاً زبان کا مزہ لینے کے لئے ہنسی ٹھٹھے کے رنگ میں کسی کی کمزوری کو لے کر اچھالتے ہیں۔......اس لئے ہمیں واضح حکم ہے کہ جو باتیں معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہوں یا بگاڑ پیدا کرنے کا باعث ہو سکتی ہوں، ان کی تشہیر نہیں کرنی، ان کو پھیلانا نہیں ہے۔دعا کرو اور ان برائیوں سے ایک طرف ہو جاؤ۔اور اگر کسی سے ہمدردی ہے تو دعا اور ذاتی طور پر سمجھا کر اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہی سب سے بڑا علاج ہے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 نومبر 2004ء)

انصار ڈائجسٹ

محمود احمد ملک

پتّے کو نکالنے کے لئے بے داغ سرجری

مشرقی فرانس کے ایک ہسپتال میں ڈاکٹروں نے ایک تیس سالہ مریضہ کے پتّے کو بغیر کسی جسمانی نشان کے، جسم سے نکال دیا ہے۔ اس طرح یہ دنیا کی پہلی بے داغ سرجری کہلاسکتی ہے۔ اس ٹیکنیک کو استعمال کرنے کی دو بنیادی وجوہات میں آپریشن کے بعد مریض کی جسمانی صحت کا تیزی سے بحال ہونا اور نفسیاتی طور پر جلد پر داغ نہ پڑنے کے اثرات شامل ہیں۔ اس طریق میں ایک باریک ٹیوب، شریانیں کاٹنے اور اُن کا منہ بند کرنے کے لئے خفیف اوزار اور کیمرہ استعمال ہوتے ہیں۔ مریضہ کو آپریشن کے بعد کسی قسم کی درد کا احساس نہیں ہوا لیکن احتیاطاً اُسے دو روز تک ہسپتال میں رکھا گیا۔ یہ آپریشن تین سالہ تحقیقاتی تجربات کا ثمر ہے جن پر 7.2 ملین یورو لاگت آئی ہے۔

ریڑھ کی ہڈی کے علاج میں پیش رفت

ریڑھ کی ہڈی کے مریضوں کے لئے نینوٹیکنالوجی کے ذریعے علاج کو مستقبل میں ایک اہم پیش رفت کے طور پر دیکھا جارہا ہے۔ اس ٹیکنالوجی کو طبی مقاصد کے لئے استعمال کرنے سے متعلق تیار کی جانے والی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی پر چوٹ آنے کی صورت میں ہونے والے بیشتر قسم کے فالج کی علامات بھی اس کے ذریعہ ختم کی جاسکتی ہیں۔ نینوٹیکنالوجی میں مادے کو ایٹم یا مالیکیول کی سطح پر استعمال کرکے نتائج حاصل کئے جاتے ہیں۔ توقع ہے کہ بعض دیگر اعضاء اور مسلز میں ہونے والے نقصان کا ازالہ بھی اس ٹیکنالوجی کے ذریعہ بہت حد تک ممکن ہوسکے گا۔ مثلاً دل کے حملے یا فالج کی صورت میں دل کو پہنچنے والے نقصان کے علاوہ ہڈیوں اور دانتوں کے نقصان نیز ذیابیطس اور پارکنسن کی بیماریوں میں بھی نینوٹیکنالوجی سے علاج زیادہ بہتر نتائج پیدا کریگا۔ اس علاج کے دوران ایسے مالیکیولز خاص طور پر پیدا کئے جائیں گے جنہیں نقصان پہنچنے والے اعضاء یا مسلز کی مرمت کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ کیونکہ بعض اعضاء اور مسلز کو اگر نقصان پہنچ جائے تو قدرتی طور پر اس کا کوئی علاج نہیں ہے تاہم اب اس علاج کی امید پیدا ہوگئی ہے۔

ملیریا سے بچاؤ کے منصوبے

دنیا بھر میں ہر سال تیس کروڑ لوگ ملیریا کا شکار ہوتے ہیں جن میں سے نوّے فیصد کا تعلق افریقہ سے ہے۔ اندازہ کے مطابق افریقہ میں ہر تیس سیکنڈ کے بعد ملیریا کی وجہ سے ایک بچے کی موت واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ افریقہ میں ملیریا سے بچاؤ کیلئے مختلف اقدامات کئے جاتے رہے ہیں۔ مثلاً کانگو میں جہاں بچوں کی پچیس فیصد تعداد ملیریا سے متاثرہ ہے، تین لاکھ مچھردانیاں تقسیم کی گئی ہیں جو ملک کی دس فیصد آبادی کے لئے کافی ہوں گی۔ یہ مچھردانیاں جاپان نے بطور عطیہ دی ہیں۔ جلد ہی مزید دو لاکھ مچھردانیاں بھی فراہم کی جائیں گی تاکہ کانگو کی ہر حاملہ عورت اور پانچ سال سے کم عمر بچے کو مچھردانی مہیا کی جاسکے۔

دوسری طرف مچھلی سے ملیریا سے بچاؤ کے ذرائع تلاش کئے جارہے ہیں۔ چنانچہ ''نیل تیلاپیا'' نامی ایک مچھلی جو کینیا میں بڑے شوق سے کھائی جاتی ہے۔ اور 1917ء میں یہ علم ہوچکا تھا کہ اس مچھلی کی غذا مچھر ہیں لیکن اب باقاعدہ طور پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ملیریا سے بچاؤ کیلئے مچھروں کی تعداد پر قابو پانے کی خاطر اس مچھلی کی تیزی سے افزائش کی جائے گی۔ حشرات الارض کے تحقیقاتی ادارے ''انٹرنیشنل سینٹر آف انسیکٹ فزیالوجی اینڈ ایکالوجی'' کے ماہرین نے تجرباتی طور پر کینیا کے مغربی علاقوں کے جوہڑوں میں اس مچھلی کو چھوڑ کر کچھ عرصے کے لئے مشاہدہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس مچھلی نے مچھروں کے لاروے کو اس تعداد میں کھالیا جس کے نتیجے میں ملیریا پھیلانے والی مچھروں کی دو خطرناک اقسام میں 94 فیصد کمی واقع ہوگئی۔ ادارہ صحت کے مطابق مچھروں کی افزائش پر قابو پانے کے لئے مچھلیاں استعمال کرنے کی ترکیب اُن مچھروں کے خلاف خاص طور کارگر ثابت ہوسکتی ہے جن پر کیڑے مار ادویات اثر نہیں کرتیں۔

خطرناک آپریشن......پچپن سال بعد

جرمنی میں ایک خاتون نے پچپن سال کے بعد پنسل کے اُس ٹکڑے کے بڑے حصے سے نجات حاصل کرلی جو بچپن میں اُس کے سر میں گھس گیا تھا۔ مارگیٹ وینگر چار سال کی عمر میں ایک پنسل ہاتھ میں لے کر چل رہی تھی جب ٹھوکر لگنے سے گرنے کے باعث آٹھ سینٹی میٹر لمبی یہ پنسل اُس کے گال میں گھس گئی اور اس کا ایک ٹکڑا اُس کے سر تک چلا گیا۔ دائیں آنکھ کے اوپر پنسل کا یہ ٹکڑا اُس کے سر میں پچپن سال تک رہا جس کی وجہ سے وہ ساری عمر سردرد اور نکسیر کی بیماریوں کا شکار رہی تاہم خوش قسمتی سے اُس کی آپٹیکل نرو بال بال بچ گئی۔ اب برلن کے ایک ہسپتال میں ڈاکٹروں نے دو گھنٹے کے طویل آپریشن میں پنسل کے زیادہ تر حصے کو نکال دیا ہے لیکن دو سینٹی میٹر کا ٹکڑا اب بھی اُس کے سر میں ہے جسے نکالنا ناممکن ہے۔ ماہرین کے مطابق پچپن سال سر میں رہنے کے باعث دو سینٹی میٹر کے اُس ٹکڑے کے گرد ٹشوز آگئے ہیں اور اس کی وجہ سے مریضہ کو اس ٹکڑے سے اب کوئی خطرہ نہیں رہا۔ ڈاکٹروں کے مطابق مریضہ کے سر کا درد ختم ہوگیا ہے اور جلد ہی اُس کی سونگھنے کی حس بھی بحال ہوجائے گی۔ پچپن سال پہلے جب یہ حادثہ ہوا تو میڈیکل کے میدان میں اتنی ترقی نہیں ہوئی تھی کہ پینسل نکالنے کے لئے اس قسم کا آپریشن کیا جاسکتا۔

بلیوں میں ذیابیطس

ایڈنبرا یونیورسٹی کے سکول آف ویٹرنری سائنسز میں کی جانے والی ایک تحقیق کے مطابق برطانیہ میں ذیابیطس میں مبتلا بلیوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ اندازاً اس وقت ملک بھر میں ہر 230 پالتو بلیوں میں سے ایک ذیابیطس کے مرض کا شکار ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ پالتو بلیوں کے مالکان کو چاہئے کہ اپنی بلیوں کو اس بیماری سے محفوظ رکھنے کیلئے اُنہیں چاق وچوبند رکھیں اور اُن کا وزن بڑھنے نہ دیں کیونکہ موٹی بلیوں کے اس مرض میں مبتلا ہونے کے امکانات تین گنا زیادہ ہوتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ

برطانیہ میں بلیوں کا طرز زندگی اُن کے مالکان کی طرح بدل رہا ہے اور بدقسمتی سے لوگوں کی طرح اگر بلیوں کو بھی اُن کی مرغوب غذا زیادہ مقدار میں کھلائی جائے گی اور خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ بلیاں بور ہو رہی ہوں اور اُن کے پاس کرنے کے لئے کچھ نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ ذیابیطس کی بیماری تیزی سے بلیوں میں پھیلے گی۔ اس تحقیق کے دوران برطانیہ میں چودہ ہزار بلیوں کا معائنہ کیا گیا اور معلوم ہوا کہ ذیابیطس کا شکار بلیوں میں سے 85 سے 95 فیصد ٹائپ ٹو ذیابیطس کا شکار ہیں جس کا براہ راست تعلق موٹاپے سے ہے۔

بیکٹیریا کے انسانی زندگی پر اثرات

ایک حالیہ تحقیق میں اس سوچ کو چیلنج کیا گیا ہے کہ بیکٹیریا جلد موت واقع ہونے کا باعث بنتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق بیکٹیریا سے پاک ماحول میں رہنے سے زندگی کی مدت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ عام خیال تھا کہ غیر نقصان دہ بیکٹیریا بھی جب مدافعتی نظام کو حرکت میں لاتا ہے تو اس سے جسم میں موجود قوت کا استعمال ہوتا ہے جو عمر میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اس سوچ کو غلط ثابت کرنے والی تحقیق میں بعض مکھیوں کو بیکٹیریا سے پاک ماحول میں رکھا گیا جبکہ بعض کو عام ماحول میں۔ لیکن دونوں مکھیوں کی عمریں یکساں رہیں اور تقریباً تین ماہ میں ساری مکھیاں مر گئیں خواہ اُن کا تعلق کسی بھی گروپ سے تھا۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ یہ تجربہ بڑی مخلوقات پر اس لئے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بڑی مخلوق کو نظام ہضم اور بعض دوسرے نظاموں کے لئے بیکٹیریا کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم مکھیوں پر کیا جانے والا تجربہ انسانی عمر میں اضافہ سے متعلق ہونے والی تحقیق میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

ایک محقق کا کہنا ہے کہ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر بیکٹیریا زندگی کی مدت کو محدود یا اس میں اضافہ نہیں کرتا تو پھر یہ بیکٹیریا کیا چیز ہے۔

دل کے دورے کا اسپرین سے تعلق

اگرچہ دل کے دورے کو دُور رکھنے کے لئے اسپرین کا روزانہ استعمال ایک معیاری علاج بن چکا ہے لیکن ایک نئی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ دل پر اسپرین کے تحفظاتی اثرات زیادہ تر مردوں پر کارگر ہوتے ہیں اور بعض تجربات کے مطابق اسپرین سے دل کے دورہ کا خطرہ پچاس فیصد تک کم ہوجاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف بعض تجربات سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ اسپرین اور کسی ڈمی ٹیبلٹ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نئی تحقیقات میں ڈاکٹروں نے اس حوالہ سے کی جانے والی 23 سابقہ تحقیقات کے نتائج کا بھی جائزہ لیا۔ انہوں نے یہ تجزیہ بھی کیا کہ اسپرین کے فوائد سے مستفید ہونے والے مریضوں میں مردوں اور عورتوں کا تناسب کتنا تھا۔ برٹش کولمبیا یونیورسٹی وینکوور (کینیڈا) کی تحقیقی ٹیم کے سربراہ ڈاکٹر ڈان سَن کا کہنا ہے کہ گزشتہ کی جانے والی تمام تحقیقات کے تجزیہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ صرف مردوں پر ہی اسپرین کے فوائد کارگر ہوتے ہیں جبکہ خواتین مریضوں پر یہ دوا مفید ثابت ہونے میں عمومی طور پر ناکام رہی ہے۔ اور اسپرین کے استعمال سے مردوں کے مقابلہ میں خواتین کیلئے دل کے دورہ کے امکانات میں کوئی واضح کمی سامنے نہیں آئی ہے۔

خالص جوس اور موٹے بچے

امریکہ کے ماہرین غذا نے کہا ہے کہ اوائل عمری میں خالص جوس پینے والے بچے موٹاپے کا شکار نہیں ہوتے۔ امریکی محققین نے دو سے گیارہ سال کی عمر کے 3618 بچوں کا جوس پینے اور ان کے وزن میں اضافے یا موٹاپے میں مبتلا ہونے کے حوالہ سے مطالعاتی جائزہ لیا جس کے دوران پتہ چلا کہ تقریباً آدھا کپ روزانہ خالص جوس پینے والے بچے موٹاپے سے محفوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ رپورٹ میں ہدایت کی گئی ہے کہ بچوں کو درکار غذائی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے انہیں اعتدال سے پھلوں کا خالص جوس استعمال کروانا چاہئے جبکہ ان بچوں کو کھانے کے لئے دی جانے والی غذا میں موجود توانائی کے حراروں کو مدنظر رکھا جائے۔ نیز بچوں کی روزمرہ سرگرمیوں میں کھیل کود اور ورزش کو بھی باقاعدہ بنایا جائے تو ان کے موٹاپے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

دانتوں کی محرومی کا یادداشت سے تعلق

دانتوں سے محرومی کا یادداشت میں کمی سے گہرا تعلق ثابت ہوا ہے۔ برطانوی ماہرین نفسیات نے ماہرین امراض دندان کے تعاون کے ساتھ کی جانے والی ایک مطالعاتی تحقیق کے حوالہ سے بتایا ہے کہ بڑھاپے میں دانتوں سے محرومی کے علاوہ مسوڑھوں کی بیماریوں، اوائل عمری میں غذا کی کمی، انفیکشن یا دیگر دیرینہ بیماریوں کے باعث بھی انسان دانتوں سے محروم ہوجاتا ہے اور اس صورت میں مسوڑھوں کے دماغ کے ساتھ تعلق رکھنے والے اعصاب متأثر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے یادداشت میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ ماہرین نے دانتوں سے محروم 144 افراد کو بارہ سال تک زیر مشاہدہ رکھا اور ان افراد کے دانتوں سے محروم ہونے کے مختلف مراحل میں یادداشت اور ذہانت کے حوالے سے ٹیسٹ لئے گئے جن کے دوران معلوم ہوا کہ یادداشت میں کمی کے مرض کا دانتوں کی محرومی سے گہرا تعلق ہے جبکہ معمر لوگوں میں یہ بات تجرباتی طور پر بھی ثابت ہوچکی ہے۔

فاسٹ فوڈ کے مضر صحت اجزاء

آج کی آرام طلب زندگی نے جہاں بہت سی بیماریوں کو دعوت دے رکھی ہے وہاں مصنوعی غذا میں شامل مختلف کیمیکلز کے استعمال کے ساتھ ساتھ میٹھے اور نمک کی غیر ضروری زیادتی سے بھی بعض بیماریوں کو حملہ آور ہونے میں مدد ملی ہے۔ امریکی ماہرین غذائیت نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ مشہور زمانہ فاسٹ فوڈ کمپنیوں کے کھانوں میں نمک کی مقدار معمول سے زیادہ پائی جاتی ہے اور یہ مقدار بالغوں کے لئے تجویز کردہ نمک کی مقدار سے بھی دُگنی ہے جبکہ بچوں کے لئے تجویز کردہ نمک کی روزانہ مقدار سے چار گنا زیادہ ہوتی ہے۔ ماہرین نے 346 کھانوں اور مشروبات جبکہ 264 اقسام کی دیگر خوراک میں نمک کی موجودگی کا تجزیاتی جائزہ لیا تو ان میں سے بعض کھانوں میں نمک کی مقدار اتنی زیادہ پائی گئی جتنی کہ سمندری پانی میں ہوتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ زیادہ مقدار میں نمک استعمال کرنے والے زیادہ نمک کھانے کے عادی ہوجاتے ہیں اور پھر وہ نمک کی زیادہ مقدار محسوس نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان کھانوں کی طلب بڑھتی رہتی ہے جبکہ کمپنیاں بھی اسی حقیقت اور سستے اجزاء کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے کھانوں میں نمک کا استعمال زیادہ کرتی ہیں۔